(جنوبی افریقہ، ماریشس اور پاکستان کے ملفوظات)

ملفوظات

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

ناشر

کتب خانہ مظہری

گلشنِ اقبال ۲ پوسٹ بکس ۱۱۱۸۲

کراچی فون ۴۶۸۱۱۲

افضالِ ربّانی

(جنوبی افریقہ، ماریشس اور پاکستان کے ملفوظات)

ملفوظات

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

ناشر

کتب خانہ مظہری

گلشنِ اقبال ۲ پوسٹ بکس ۱۱۱۸۲

کراچی فون ۴۶۸۱۱۲

آہِ صحرا ہو مبارک ترے دیوانوں کو

ہم نے دیکھا ہے ترے عشق کے بیماروں کو
آتش غم سے چھلکتے ہوئے پیمانوں کو

ہم فدا کرنے کو ہیں دولت کونین ابھی
تو نے بخشا ہے جو غم ان پھٹے دامانوں کو

خلوت غار حرا سے ہے طلوع خورشید
کیا سمجھتے ہو تم اے دوستو ویرانوں کو

اہل دنیا تو چمن میں ہیں گلوں کے بندے
ان کے دیوانے تو جاتے ہیں بیابانوں کو

اہل دنیا کو ہے راس آئی یہ فانی دنیا
نعرۂ عشق و محبت ترے مستانوں کو

حسن فانیِ بتاں پر مرے کرگس لیکن
آہِ صحرا ہو مبارک ترے دیوانوں کو

ہم نے دیوانوں سے سیکھی ہے محبت اختر
ہائے یہ درد کہاں ملتا ہے فرزانوں کو

(۲؍ فروری ۹۳ء ...... جنوبی افریقہ)

فہرست

صفحہ	عنوان
۳۳	ذات حق کی جملہ صفات تخلیقیہ نام مولیٰ میں موجود ہیں
۳۵	حفاظت نظر کے لئے ایک عجیب موثر مراقبہ
۳۵	لذت قرب حق نقد ہے اُدھار نہیں
۳۶	کیفیت احسانی کے انعامات اور طریقۂ تحصیل
۴۴	زبان پر کباب دل پر عذاب
۴۵	بدنظری۔۔۔کبھی شفقت اور کبھی غضب کے رنگ میں
۴۶	مارِیشس
۴۶	پاس انفاس
۵۰	آیت فاذکرونی اذکرکم کے لطائف عجیبہ
۵۲	اصلی مُرید کون ہے
۵۷	شیطان اور نفس کا فرق
۵۹	منکر سے بچنے کی ترغیب اور اس کی مثال
۶۰	بُرائی کا تھرمامیٹر اور نفس کا ایک عجیب علاج
۶۱	صلۂ رحمی کے متعلق ایک اہم نصیحت
۶۳	لا الٰہ الا اللہ کا ایر کنڈیشن
۶۴	پیغمبروں کو اندھے پن سے محفوظ رکھنے کا ایک عجیب راز
۶۵	وراثت میں لڑکی کو ایک حصہ اور لڑکے کو دو حصے ملنے کا راز
۶۶	نور ذکر نار شہوت کو مغلوب کرتا ہے

صفحہ	عنوان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

عرضِ مرتب

گذشتہ سات آٹھ سال سے عارف باللہ مرشدنا و مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم کا تقریباً ہر سال جنوبی افریقہ کا سفر ہورہا ہے اور اس عرصہ میں جو عظیم الشان کام وہاں ہوا ہے اس کے متعلق وہاں کے خواص و عوام رطب اللسان ہیں کہ افریقہ کی سرزمین پر تصوف زندہ ہوگیا اور ہزاروں لوگوں کی زندگیوں میں انقلاب آگیا۔ سینکڑوں مُردہ دل زندہ ہوگئے۔ سینکڑوں ناآشنائے درد نہ صرف حامل دردِ محبت ہوئے بلکہ ان کا دردِ محبت متعدی ہوگیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہے جس کا ترجمان حضرت والا کا یہ شعر ہے ؎

رند بھی تیرے کرم سے ہوئے اب شیخِ حرم
تری رحمت ہے یہ خاروں کا گلستاں ہونا

جنوبی افریقہ کے بڑے بڑے علماء حضرت والا کی طرف رجوع ہوئے اور دیکھنے والوں نے دیکھا ہے کہ حضرت والا کی تشریف آوری پر ہمہ وقت ایک خلق کثیر حضرت والا پر دیوانہ وار فدا ہوئی ہے اور ایک لمحہ کی صحبت کے لئے مشتاق و بے تاب جس کو دیکھ کر حضرت والا کا یہ شعر یاد آتا ہے ؎

سارے عالم کی خرد آئی فدا ہونے کو
جب کبھی جوشِ جنوں چاک گریباں نکلا

اور جنوبی افریقہ کی سرزمین کو یہ شرف حاصل ہے کہ یہاں سے حضرت والا کی تصنیفات مثلاً معارف مثنوی اور روح کی بیماریاں اور ان کا علاج اور بہت سے مواعظ وغیرہ کا انگریزی میں ترجمہ ہوا اور دیگر تصنیفات کا ترجمہ ہنوز کیا جارہا ہے اور اس طرح حضرت والا کے علوم الحمد للہ تعالیٰ یورپ اور امریکہ اور دیگر ممالک میں یہاں سے نشر ہورہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ شرف قبول عطا فرمائے اور سارے عالم میں حضرت والا دامت برکاتہم کی برکت سے سے اپنی محبت کی آگ لگادے اور حضرت والا کا سایہ ہمارے سروں پر طویل ترین مدت تک بایں فیوض و برکات ساعۃً فساعۃً متصاعداً متزائداً قائم رکھے آمین یارب العالمین بحرمۃ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

گذشتہ سال ۳۰ اگست ۱۹۹۷ء سے ۲ اکتوبر ۱۹۹۷ء تک حضرت والا دامت برکاتہم کا جنوبی افریقہ کا سفر ہوا اور اس کے بعد چند دن کے لئے ماریشس کا سفر فرمایا جس میں جنوبی افریقہ کے بعض بڑے علماء بھی ہمراہ تھے۔ ان دونوں ملکوں میں سفر کے دوران حضرت والا کی زبان مبارک سے الہامی علوم و معارف کے نادر و بیش موتی حسب معمول لٹائے گئے جن میں سے بعض کو چُن کر ھدیۂ قارئین کیا جارہا ہے۔ حضرت والا کا ایک ایک ملفوظ سالکین طریق کے لئے علوم و معارف کا خزینہ اور اللہ تعالیٰ کی محبت کا گنجینہ ہے اور ہر سالک پسماندہ و واماندہ کے لئے امیدوں کے بے شمار راستوں کا فتاح ہے جس کے بعد ظلمات مایوسی و واماندگی کا نام و نشان بھی نہیں رہتا۔ حضرت والا کے ارشادات اس شعر کے صحیح مصداق ہیں ؎

بظاہر تو ہیں چھوٹی چھوٹی سی باتیں
جہاں سوز لیکن یہ چنگاریاں ہیں

قارئین کرام سے گذارش ہے کہ احقر مرتب کے لئے دعا فرمادیں کہ حضرت والا کے ملفوظات احقر کے قلم سے صرف کاغذ پر ہی محفوظ نہ ہوں بلکہ حضرت والا کا سینۂ مبارک محبت کے جس درد عظیم اور نسبت مع اللہ کی جس حلاوت عظمیٰ اور تقویٰ کی جس کیفیت راسخہ عظیمہ کا حامل ہے اللہ تعالیٰ بدون استحقاق محض اپنے فضل سے احقر کے قلب میں منتقل فرمادے اور پھر حضرت والا کا ایک ایک ملفوظ ایک ایک ارشاد اور جملہ علوم و معارف اللہ تعالیٰ بدون استحقاق محض اپنے فضل سے احقر کے ہاتھوں سے محفوظ کرادے اور قیامت تک کے لئے صدقہ جاریہ بنادے جس سے لوگ قیامت تک رہنمائی حاصل کریں اور نعوذباللہ احقر کا حال اس باورچی کا سا نہ ہو جو لوگوں کو کباب قورمہ و بریانی تقسیم کرتا ہے اور خود محروم رہتا ہے۔ احقر اس سے اللہ کی پناہ چاہتا ہے اور قارئین کرام سے اس دعا پر رمضان المبارک کے اس مبارک مہینے میں آمین کا خواستگار ہے۔

حضرت والا کے ملفوظات کا یہ مجموعہ جس کا نام افضالِ ربانی تجویز کیا گیا جس میں جنوبی افریقہ و ماریشس کے بعض ملفوظات ہیں اور چند ملفوظات کراچی کے بھی آخر میں شامل ہیں آج مورخہ ۱۲ رمضان المبارک ۱۴۱۸ھ ۲ بجے شب مطابق ۱۱ جنوری ۱۹۹۸ء بروز یکشنبہ بفضلہ تعالیٰ تکمیل کو پہنچا۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔

احقر سید عشرت جمیل میر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

یکے از خدام

عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال ۲ کراچی

افضالِ ربّانی

۲۸ جمادی الثانی ۱۴۱۸ھ مطابق ۳۱ اگست ۱۹۹۷ء بروز اتوار جنوبی افریقہ جاتے ہوئے طیارہ میں احقر راقم الحروف اور مفتی حسین بھیات صاحب سے مرشدی مولائی حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم نے مندرجہ ذیل ملفوظات ارشاد فرمائے۔ (جامع)

فرسٹ فلور سے گراؤنڈ فلور تک

ارشاد فرمایا کہ شیطان پہلے حسینوں کا فرسٹ فلور دکھاتا ہے یعنی ناف سے اوپر کا حصہ آنکھ ناک گال اور کالے بال دکھا کر پاگل کرتا ہے پھر گراؤنڈ فلور یعنی ناف کے نیچے کے حصہ میں گرا کر رسوا کرتا ہے۔ ایک دم سے گراؤنڈ فلور نہیں دکھاتا ورنہ گٹر لائن دیکھ کر صوفی کو بجائے رغبت کے نفرت ہو جائے گی۔ جانتا ہے کہ یہ صوفیا عالم لاہوت میں رہتے ہیں ایک دم سے ان کو اگر عالم ناسوت میں لاؤں گا تو یہ بھاگ جائیں گے لہٰذا عالم لاہوت سے ان کو حسینوں کے فرسٹ فلور پر گراتا ہے کہ ان کے کالے بالوں اور گورے گالوں سے پاگل ہو جائیں اور جب فرسٹ فلور سے پاگل ہو گیا تو پھر گراؤنڈ فلور میں داخل کر کے ہنستا ہے کہ اس صوفی کو کیسا رسوا کیا۔ شیطان بڑا چالاک ہے عالم لاہوت سے عالم ناسوت تک اسٹیج بائی اسٹیج لاتا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کا کرم ہے

کہ جس نے حسینوں کے فرسٹ فلور کو ہی دیکھنے کو حرام فرمادیا تاکہ میرے بندے رسوا نہ ہوں ۔ حفاظت نظر کا حکم اللہ کی رحمت ہے ۔ بد نظری پہلا اسٹیج ہے اس کے بعد ہی گناہ کی دوسری منزلیں شروع ہوتی ہیں ، جو بدنظری سے بچ گیا وہ بدفعلی کے گناہ سے بچ جائے گا ۔ حفاظت نظر کا حکم دے کر اللہ تعالیٰ نے بندوں پر احسان فرمایا تاکہ میرے بندے گناہ کے مرتکب ہوکر رسوا نہ ہوں۔

حُسن ظاہری اور حُسن باطنی کا فرق

ارشاد فرمایا کہ اگر سارے عالم کو معلوم ہوجائے کہ فلاں صاحب نے دنیا بھر میں سب سے زیادہ حسین لڑکی سے شادی کرلی تو کوئی پوچھے گا بھی نہیں ۔ کہے گا کہ ہمیں کیا فائدہ اس کی بیوی ہے اس کو مبارک ہو وہ مزہ اڑائے ہمیں کیا ملے گا ۔ اور لوگوں کے دل میں اس کی عظمت اور عزت میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا لیکن جو اللہ کا دیوانہ ہوتا ہے اور اللہ کو پا جاتا ہے سارے عالم کو اللہ اس کا دیوانہ بنادیتا ہے کہ اس نے اللہ پر اپنی آرزوؤں کا خون کیا ہے ، اللہ پر اپنی جان فدا کی ہے تو سارا عالم اس پر فدا ہوتا ہے ؎

خلقے پس دیوانہ و دیوانہ بکارے

لوگ اس اللہ والے کے عاشق ہوتے ہیں کیونکہ جانتے ہیں کہ اسی سے ہمیں اللہ ملے گا ۔ بس جو مولیٰ پر فدا ہو سارا عالم اس پر فدا ہوا ۔ لیکن عالم کو اپنے اوپر فدا کرنے کے لئے اللہ کو نہ چاہو اللہ کے لئے اللہ کو چاہو ۔ ورنہ اللہ نہیں ملے گا ۔

اہل اللہ کے باطن پر نزول تجلیات

ارشاد فرمایا کہ جو اللہ پر عاشق ہوتا ہے تو سارے عالم کی لیلائے کائنات کی نمکیات اور تمام مجانین عالم کی کیفیات عشقیہ اپنے دل میں پا جاتا ہے۔ احقر راقم الحروف کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میر صاحب یہ باتیں الفاظ کی نہیں ہیں ذرا سی ہمت کرلو حسینوں سے نظر بچالو، دل بچالو پھر دل یہ کیفیات محسوس کرے گا۔ ہر وقت اس کے دل پر اللہ تعالیٰ کی تجلیات کا نزول ہوگا جن کی لذت الفاظ میں نہیں آسکتی۔

فنائیتِ حُسن کا عجیب مراقبہ

ارشاد فرمایا کہ اگر کسی حسین پر اچانک نظر پڑجائے تو جو حقیقت میں سالک اور اللہ کا طالب ہے فوراً نظر ہٹا کر ایک سیکنڈ میں اس حسین پر عالم تصور میں بڑھاپا طاری کرتا ہے کہ اس کے چہرہ پر جھریاں پڑگئیں، آنکھیں اندر کو دھنس گئیں، اور پستان ایک ایک فٹ لٹکے ہوئے دیکھ کر اس عالم ناسوت سے نکل جاتا ہے، غیر اللہ سے فرار اختیار کرتا ہے اور اللہ کے ساتھ قرار حاصل کرتا ہے اور اس میں سالک کو دو لطف ملتے ہیں، غیر اللہ سے فرار کا لطف الگ اور اللہ پر قرار یعنی حلاوت ایمانی کا لطف الگ۔ کلمہ کی بنیاد میں پہلے لا الٰہ ہے الا اللہ کا لطف موقوف ہے لا الٰہ پر۔ الا اللہ کے لطف کے تو سب حریص ہیں لیکن لا الٰہ میں، غیر اللہ سے فرار میں گناہوں سے بچنے کا غم اٹھانے میں، غم تقویٰ میں ایسی عظیم لذت ہے جو دل ہی محسوس کرتا ہے۔ جس کا

لا الٰہ مکمل ہوگیا پھر اس کو الا اللہ کا اصل مزہ ملتا ہے اور سارا عالم الا اللہ سے بھرا ہوا نظر آتا ہے ۔ قلب کے آسمان سے لا الٰہ کے بادل ہٹادیجئے پھر سارے عالم میں الا اللہ کا سورج چمکتا ہوا نظر آئے گا۔

اسی طرح اگر کسی کو لڑکوں کی طرف میلان ہوتا ہے تو فوراً نظر ہٹا کر تصور کرو کہ یہ امرد اَسّی سال کا ہوگیا ۔ اتنا گہرا مراقبہ کرو کہ نظر آنے لگے کہ اس کے چہرہ پر جھریاں پڑگئیں ، دانت ٹوٹ گئے ، منہ سے رال بہہ رہی ہے ، آنکھوں سے کیچڑ نکل رہا ہے اب سوچو کہ اس حالت میں اس کی طرف دیکھنے کو دل چاہے گا ؟ اور میرا یہ شعر پڑھو ؂

میر کا معشوق جب بڈھا ہوا
بھاگ نکلے میر بڈھے حسن سے

جوہانسبرگ ایرپورٹ پر ایک نصیحت

حضرت والا کے استقبال کے لئے ایرپورٹ پر بہت بڑا مجمع تھا ۔ دور دور کے شہروں سے بڑے بڑے علماء آئے تھے ۔ مصافحہ اور معانقہ کے بعد حضرت والا نے **ارشاد فرمایا کہ** ان لیلاؤں کو نہ دیکھو اللہ پر فدا ہوجاؤ ۔ جو اللہ پر فدا ہوا وہ نشہ تخت و تاج سلاطین اور لیلائے کائنات کی نمکیات اور مجانین عالم کی عاشقانہ کیفیات اور مرغ و کباب و بریانی کی لذات سب پاگیا کیونکہ اللہ کے نام میں دونوں جہان کی لذات موجود ہیں اللہ تعالیٰ کا نام دنیا و آخرت دونوں کائنات کے مجموعہ لذات کا کیپسول ہے جو اللہ کو پاگیا دونوں عالم کا مزہ اس کے دل میں اتر گیا۔ لہٰذا ایرپورٹوں پر اور سڑکوں پر آنکھیں دو چار نہ کرو اور

چار کی فکر نہ کرو۔ ایک بیوی پر ہی قناعت کرو۔ یہ حضرت والا کی فطری خوش طبعی ہے جس سے حضرت والا کی گفتگو سامعین کے لئے انتہائی لذیذ ہوجاتی ہے۔

ایرپورٹ سے مولانا مفتی حسین بھیات صاحب کے مکان پر حضرت والا تشریف لائے، مجمع بھی ساتھ آیا لیکن حضرت والا رات بھر کے سفر سے تھکے ہوئے تھے لہذا اعلان کردیا گیا کہ اب بعد مغرب مجلس ہوگی اس وقت حضرت والا آرام فرمائیں گے۔ لیکن کمرہ میں چند خواص علماء تھے ان سے گفتگو کے دوران بعض اہم ارشادات یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔ (جامع)

کیفیت احسانی اور صحبت اہل اللہ

ارشاد فرمایا کہ جس دروازہ سے کوئی نعمت ملتی ہے اس باب رحمت کا بھی اکرام کیا جاتا ہے۔ شیخ کا بھی اکرام اسی لئے ہے کہ وہ باب رحمت ہے، اس کے ذریعہ سے اللہ ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بے مثال قیمت والا ہے، اس کا راستہ بھی بے مثال قیمت والا، اس راستہ کا رہبر بھی بے مثال قیمت والا، اس راستہ کا رہرو بھی بے مثال قیمت والا، اس راستہ کا غم اور کانٹا بھی بے مثال قیمت والا ہے۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ اگر اللہ کے راستہ میں ایک کانٹا چبھ جائے تو یہ کانٹا اتنا قیمتی ہے کہ اگر ساری دنیا کے پھول اس کو سلام احترامی اور گارڈ آف آنر پیش کریں تو اس کانٹے کی عظمت کا حق ادا نہیں ہوسکتا، اگر اللہ کے راستہ میں گناہ سے بچنے میں، نظر بچانے میں دل میں کوئی غم آجائے تو ساری دنیا کی خوشیاں اگر اس غم کو سلام کریں تو اس غم کی عظمت کا حق ادا

نہیں ہوسکتا کیونکہ اللہ کے راستہ کا غم ہے۔

لہذا صحبت شیخ کو نعمت عظمیٰ سمجھو اور اپنی تمام نفلی عبادات و اذکار سے زیادہ شیخ کی صحبت کے ایک لمحہ کو غنیمت سمجھو۔ اگر صحبت ضروری نہ ہوتی اور علم کافی ہوتا تو قرآن پاک پڑھ کر ہم سب صحابی ہوجاتے۔ تلاوت قرآن پاک سے صحابی نہیں ہوتا۔ نگاہ نبوت سے صحابی ہوتا ہے۔ نگاہ نبوت سے صحابہ کو وہ کیفیت احسانی حاصل ہوئی تھی کہ ان کا ایک مد جو صدقہ کرنا ہمارے احد پہاڑ کے برابر سونا صدقہ کرنے سے افضل ہے۔ یہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اور اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسا حامل کیفیت احسانیہ قیامت تک کوئی نہیں آئے گا لہذا اب کوئی شخص صحابی نہیں ہوسکتا۔ اس حدیث پاک میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتادیا کہ تمہارا احد کے برابر سونا خرچ کرنا اس کیفیت احسانیہ کے ساتھ نہیں ہوگا جس کیفیت احسانی سے میرا صحابی ایک مد جو اللہ کے راستہ میں دے گا۔

اور کیفیت احسانی کیا ہے؟ ان تعبداللہ کانک تراہ قلب کو ہر وقت یہ کیفیت راسخہ حاصل ہوجائے کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے۔ میرے شیخ فرماتے تھے کہ جس کو یہ کیفیت راسخہ حاصل ہوگئی اس کا ایمان بھی حسین ہوجاتا ہے، اس کا اسلام بھی حسین ہوجاتا ہے۔ احسان باب افعال سے ہے اور باب افعال کبھی معنی میں اسم فاعل کے ہوتا ہے۔ احسان معنی میں محسن کے ہے۔ معنی یہ ہوئے کہ احسان ایمان کو بھی حسین کردیتا ہے اسلام کو بھی حسین کردیتا ہے، اس کی بندگی ہر وقت حسین رہتی ہے۔ جس کو ہر وقت یہ استحضار ہو کہ میرا اللہ مجھ کو دیکھ رہا ہے اس کا ایمان حسین نہیں ہوگا؟ اس کو تو ہر وقت حضوری حاصل ہوگی، ایمان بالغیب نام کا ایمان بالغیب رہ جائے گا اور اس کا

اسلام بھی حسین ہوجائے گا یعنی اس کی نماز اس کی تلاوت اس کا سجدہ سب حسین ہوجائے گا۔

لہٰذا شیخ کے پاس اضافۂ علم کی نیت سے نہ جاؤ۔ اس نیت سے جاؤ کہ اس کے قلب کی کیفیت احسانی ، اللہ تعالیٰ کا تعلق ، قرب و حضوری ، ہمت تقویٰ و ایمان و یقین کا اعلیٰ مقام ہمارے قلب میں منتقل ہوجائے۔ نفع لازم کی فکر کرو ۔ نفع متعدی کی نیت بھی نہ کرو کہ یہ بھی غیر اللہ ہے اور نفع لازم کو نفع متعدی لازم ہے جیسے کہیں کوئی کباب تلا جارہا ہے۔ تلنے سے کباب خود لذیذ ہورہا ہے۔ نفع لازم حاصل کررہا ہے لیکن اس کی خوشبو جب دور دور پہنچے گی تو لوگ اس کی خوشبو سے مست ہوکر خود دوڑیں گے کہ آہا کہیں کباب تلا جارہا ہے ۔ چلو اس کو حاصل کریں۔ اسی طرح جو عالم کسی اللہ والے کے زیر تربیت مجاہدات کی آگ میں تلا جاتا ہے وہ لاکھ اپنے آپ کو چھپائے اس کی خوشبو دور دور جاتی ہے۔ ایک عالَم اس سے مستفید ہوتا ہے لیکن شرط یہی ہے کہ کسی اللہ والے کی تربیت میں وہ مجاہدہ کرے۔ وہ اللہ والا جانتا ہے کہ اس کو کتنی دیر تک تلنا ہے ۔ کتنی آنچ دینی ہے۔ بغیر صحبت اہل اللہ کے مجاہدہ بھی کافی نہیں۔ اس کی دوسری مثال یہ ہے کہ تلی کتنا ہی مجاہدہ کرلے اور کہے کہ مجھے میرے مجاہدات کافی ہیں ۔ مجھے پھولوں کی صحبت میں رہنے کی ضرورت نہیں تو ایسی تلی کو لاکھ رگڑو اور کولھو میں اس کی ہڈی پسلی ایک ہوجائے لیکن رہے گا تلی ہی کا تیل ، روغن گل نہیں ہوسکتا کیونکہ پھولوں کی خوشبو میں نہیں بسا۔ اسی طرح جو شخص مشایخ سے مستغنی ہوکر مجاہدات کرتا ہے اس کا قلب نسبت مع اللہ کی خوشبو سے محروم رہتا ہے اور جو کسی شیخ کامل کی صحبت میں رہ کر مجاہدہ کرے تو اس مجاہدہ کی برکت سے اس میں جلب نور کی استعداد پیدا ہوتی

ہے اور شیخ کی نسبت مع اللہ اور کیفیت احسانی کی خوشبو اس کے قلب کے ذرہ ذرہ میں نفوذ کر جاتی ہے اور وہ صاحب نسبت اور حامل کیفیت احسانی ہو جاتا ہے۔ یہ ہے **صحبت کی اہمیت** ۔

لہذا اہل علم اپنے علم پر ناز نہ کریں، علم کا پندار توڑ کر کسی اللہ والے کے قدموں میں اپنے کو مٹا دیں پھر اے علماء! آپ کے کمیات علمیہ شرعیہ حامل کیفیات احسانیہ ہوں گے اور آپ کے علم میں وہ انوار پیدا ہوں گے کہ سارا عالم حیران ہوگا اور ایک عالم آپ سے سیراب ہوگا۔

صوفیا کو ہلکے حسن سے احتیاط کا مشورہ

بعد مغرب ۲۸ ربیع الثانی ۱۳۱۸ھ مطابق ۳۱ اگست ۱۹۹۷ء بروز اتوار ساڑھے چھ بجے شام برمکان مفتی حسین بھیات صاحب Lenasia (جنوبی افریقہ)

ارشاد فرمایا کہ جب تیز ٹھنڈک ہوتی ہے تو آدمی ہشیار ہو جاتا ہے کہ گرم کپڑے پہن لو ورنہ ٹھنڈک لگ جائے گی لیکن جب ہلکی ٹھنڈک ہو تو زیادہ احتیاط کرو کیونکہ ہلکی ٹھنڈک آہستہ آہستہ ہڈی میں اتر جائے گی اور آپ کو نزلہ زکام بخار میں مبتلا کر دے گی۔ شیخ بو علی سینا حیات قانون میں لکھتا ہے کہ ہلکے بخار سے زیادہ ڈرو کیونکہ ہلکے بخار کو آپ سمجھیں گے کہ معمولی ہے اس لئے اس سے بچنے کی توفیق نہیں ہوگی لیکن یہ معمولی حرارت آہستہ آہستہ ہڈی میں پیوست ہو کر تپ دق میں مبتلا کر کے قبر میں پہنچا دے گی۔ یہ جسمانی بیماری پیش کر کے میں آپ کو ایک روحانی بیماری سے آگاہ کر رہا ہوں کہ جس کے حسن میں ہلکا سا نمک ہو، شدید حسن نہ ہو، معمولی سا حسن ہو ایسے حسینوں سے زیادہ احتیاط کرو کیونکہ جب حسن زیادہ ہوگا تو آپ خود گھبرا جائیں گے کہ

بھائی اس سے احتیاط کرنا چاہیے اور اس کو دیکھ کر آپ میرا یہ شعر بزبان حال پڑھ کر اس سے دور جائیں گے کہ ؎

اس کی قامت ہے یا قیامت ہے
اس کو دیکھے گا جس کی شامت ہے

اور جہاں ہلکا حسن ہوتا ہے وہاں صوفی سے بے احتیاطی کا اندیشہ ہے کہ ارے کوئی بات نہیں معمولی سا حسن ہے لیکن یہ معمولی سا حسن لے ڈوبتا ہے، ہلکے بخار کی طرح یہ ہڈی میں اتر جاتا ہے۔ ہلکے حسن کی وجہ سے اس کے فرسٹ فلور یعنی چہرہ اور ناک نقشہ سے احتیاط نہیں کرتا لہذا آہستہ آہستہ ہلکے حسن کی گرمی نفس کو گرم کر دیتی ہے یہاں تک کہ صوفی صاحب کو نفس و شیطان فرسٹ فلور سے Pull کرکے ناف کے نیچے گراؤنڈ فلور میں Push کرکے ذلیل و رسوا کر دیتے ہیں اور وہ صوفی حیران رہ جاتا ہے کہ میں تو اللہ کی طلب میں نکلا تھا یہ کہاں ذلت و رسوائی کے گڈھے میں اللہ تعالیٰ سے دوری کے عذاب میں مبتلا ہوگیا۔ لہذا سالکین کو ہلکے حسن سے بہت زیادہ احتیاط کرنا چاہیے۔ جس میں ایک ذرہ کشش محسوس ہو اس سے فوراً قلباً اور قالباً دور ہوجانا چاہیے ورنہ خیریت نہیں۔

کلام اللہ اور کلام نبوت میں تقدیم و تاخیر کے بعض اسرار عجیبہ

ارشاد فرمایا کہ بظاہر تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بدنظری میں کوئی اتنا بڑا فساد اور خرابی نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو کیوں حرام فرمایا اس کا راز اللہ تعالیٰ کی رحمت سے میرے ایک شعر میں بیان ہوا ؎

عشق بتاں کی منزلیں ختم ہیں سب گناہ پر
جس کی ہو انتہا غلط کیسے صحیح ہو ابتدا

مقدمہ حرام حرام ہوتا ہے۔ بدنظری سبب ہے حرام کا اس لئے اس مقدمہ حرام کو شریعت نے حرام قرار دیا کیونکہ نفس کا مزاج نظر بازی پر اکتفاء نہیں ہے نظر بازی کے بعد اس کے اور لوازم شروع ہوجاتے ہیں یہاں تک کہ آہستہ آہستہ بدنظری کی آخری منزل یعنی بدفعلی تک نفس پہنچادیتا ہے۔ اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، بخاری شریف کی حدیث ہے کہ نظر بازی آنکھوں کا زنا ہے۔ اس کو معمولی گناہ مت سمجھو زنی العین النظر۔ کبھی خبر کو مقدم کیا جاتا ہے اہتمام شان کے لئے ورنہ النظر زنی العین تھا۔ زنی العین خبر ہے۔ خبر کو جو مقدم کیا جارہا ہے اس میں بندوں کے امور طبعیہ و امور نفسانیہ کی ایک بہت اہم رعایت ہے۔ انبیاء علیہم السلام کو ماہر نفسیات بناکر بھیجا جاتا ہے ورنہ اہل نفس کے نکتوں کو جو نہ سمجھے وہ معالج نہیں ہوسکتا۔ معالج اور شیخ کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے مریدین کی نفسیات کا بھی ماہر ہو۔ لہذا کلام نبوت کی بلاغت اور الفاظ نبوت کی ترتیب دیکھئے کہ اس ترتیب سے امت کو کیسا سمجھایا ہے کہ زنا کے لفظ سے میری امت کے لوگ گھبرا جائیں کہ ارے یہ آنکھوں کا زنا ہے توبہ توبہ! اور بدنظری سے بچنے کی اہمیت ظاہر ہو اس لئے زنی العین کو مقدم فرمایا گیا۔ یہ کلام نبوت کی بلاغت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے کلام میں کہیں خبر کو مقدم فرمایا ہے ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا جن لوگوں نے اقرار کیا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر قائم بھی رہے۔ یہ استقامت کیا چیز ہے؟ جس نے اللہ تعالیٰ کو اپنا رب مان لیا تو بجمیع اعضاءہ و بجمیع اجزاءہ و بجمیع کیفیاتہ وبجمیع

کمیاتہ و بجمیع جذباتہ بندہ ہر وقت اللہ پر فدا رہے ۔ اپنے رب سے چپکا رہے جیسے بچہ ماں سے چپٹتا ہے تب دودھ پیتا ہے ۔ اگر تم حق تعالیٰ سے دور رہو گے تو اپنے رب کے فیضان ۔ اپنے رب کی رحمت اور الطاف و کرم و عنایات سے محروم رہو گے اور اللہ کو چھوڑ کر جن پر جان دیتے ہو یہ عاجز ہیں ۔ یہ خود اپنی سلامتی اعضاء پر قادر نہیں ۔ اگر ان کا گردہ فیل ہوجائے تو کوئی حسین اپنا گردہ ٹھیک نہیں کرسکتا تو تم کیوں اپنا دل گردہ ان پر خراب کرتے ہو ۔ غیر اللہ سے جان چھڑا کر ہمہ وقت اللہ پر فدا رہنا اس کا نام استقامت ہے ۔

تو یہاں بھی ربنا اللّٰہ میں ربنا خبر مقدم ہے در اصل اللّٰہ ربنا تھا لیکن خبر کو مقدم کردیا تاکہ حصر کے معنی پیدا ہوجائیں کہ ہمارا پالنے والا صرف اللہ ہے ۔ اب اگر کوئی کہے کہ ہم ربنا کو کیوں نہ مبتدا مان لیں ، ہم اس کو خبر مقدم کیوں مانیں ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قانون نحو کے مطابق یہ صحیح نہیں ہوگا کیونکہ علماء نحو کا اجماع ہے کہ مبتدا مسند الیہ ہوتا ہے اور مسند الیہ اتنا قوی ہونا چاہئے کہ خبر اس سے سہارا لے سکے ۔ اگر ہم ربنا کو مبتدا بناتے ہیں تو اللّٰہ خبر ہوجائے گا اور خبر کا سہارا ربنا پر ہوگا اور رب اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے اور اللہ اسم ذات ہے جو حامل جملہ صفات ہے لہٰذا اللہ کا عظیم الشان اسم ذات بھلا کسی صفت کا سہارا ڈھونڈے ! اللہ سے بڑھ کر کوئی اور سہارا نہیں ہوسکتا اور مسند الیہ اور مبتدا سہارا ہوتا ہے لہٰذا قوی سہارا ہوتے ہوئے ضعیف سہارے کی طرف توجہ کرنا قانون نحو سے قطع نظر عظمت الہیہ کے بھی خلاف ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کی عظمت کا مقتضا ہے کہ یہاں اللّٰہ کو مبتدا اور مسند الیہ اور ربنا کو خبر مقدم کر کے حصر کے معنی پیدا کئے جائیں کہ ہمارا پالنے والا صرف اللہ ہے ۔

لہذا جب ہم اللہ کے ہیں تو غیر اللہ پر مرنا ہمارے لئے کیسے جائز ہوگا۔ آنکھ میں روشنی اللہ نے دی ہے تو جہاں وہ خوش ہوں وہاں نظر ڈالئے جہاں وہ نا خوش ہوں وہاں ان کی دی ہوئی روشنی کو استعمال نہ کیجئے۔ بس حرام خوشیوں سے اپنا دل خوش نہ کیجئے یہ سلوک و تصوف کا حاصل میں پیش کررہا ہوں۔ اپنے احباب سے درد دل سے کہتا ہوں کہ ایک لمحہ اللہ کو ناراض کرکے اگر ساری دنیا کی خوشیاں ملتی ہوں تو اللہ تعالیٰ کی ناخوشی کو گوارا نہ کیجئے۔ یہ بات جس کو حاصل ہوگئی وہ اولیاء صدیقین کی آخری سرحد پر پہنچ گیا اور اس کو وہ استقامت حاصل ہوگئی جو اس آیت میں مذکور ہے۔

ارتکاب معصیت کا سبب اور اس کی حسی مثال

ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی کہے کہ میں پرانا مجرم ہوں بچپن سے بدنظری کی، حسینوں کو تاکنے کی عادت ہے اور گناہ کی عادت راسخ ہوچکی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ گناہ کی کتنی ہی عادت راسخ ہو اس کے ترک پر اسے اختیار اور طاقت حاصل ہے ورنہ تقویٰ کسی زمانہ میں فرض ہوتا اور کسی زمانہ میں فرض نہ ہوتا کیونکہ طاقت کے بغیر تقویٰ فرض کرنا ظلم ہے اور اللہ تعالیٰ ظلم سے پاک ہے۔ معلوم ہوا کہ گناہ چھوڑنے کی طاقت ہر زمانے میں ہے، ماضی میں بھی حال میں بھی استقبال میں بھی۔ اس کی دلیل حسی پیش کرتا ہوں۔ ایک بہت تگڑا آدمی جو بہت خونی اور بہت ماہر باکسنگ ہے کہتا ہے کہ سنا ہے کہ آپ کی بدنظری کی عادت بہت راسخ ہے۔ میں آج آپ کے ساتھ یہاں سے کیپ ٹاؤن تک چلتا ہوں اور میرے پاس خنجر بھی ہے اور پستول بھی ہے۔ اگر

آج آپ نے بدنظری کی تو میں آپ کو چھوڑوں گا نہیں ۔ اس وقت یہ راغ النظر صاحب نظر بازی کریں گے ؟ کیا وجہ ہے کہ ایک مخلوق سے ڈر کر تقویٰ آسان ہوجائے اور حق تعالیٰ کی عظمت سامنے ہوتے ہوئے تقویٰ آسان نہ ہو ۔ معلوم ہوا کہ استحضار عظمت الٰہیہ سے یہ شخص محروم ہے ۔ اللہ کی عظمت نظر نہیں آتی اس لئے نفس کی بری خواہش کو خدا بنایا ہوا ہے ۔

بس حاصل سلوک ، حاصل تصوف ، حاصل تزکیہ نفس حاصل اصلاح نفس ، اولیاء صدیقین کی منتہا اور آخری سرحد جس کے بعد ولایت کا کوئی اور مقام نہیں ہے وہ صرف یہ ہے کہ بندہ ایک لمحہ اللہ کو ناراض نہ کرے وظیفہ چاہے کم پڑھے ۔ اللہ کا ولی بننا تو بہت آسان ہے ۔ بتائیے کام کرنا مشکل ہے یا کام نہ کرنا ؟ کام کرنا مشکل ہے ، کام نہ کرنا آسان ہے ۔ اسی لئے میں کہتا ہوں کہ کام نہ کیجئے اور ولی اللہ بن جائیے ۔ وہ کیسے؟ گناہ کے کام نہ کیجئے آرام سے رہیے اور ولی اللہ بن جائیے ۔ صرف فرض واجب اور سنت موکدہ ادا کیجئے ، گناہ نہ کرنے سے غم تو ہوگا لیکن یہ غم اٹھالیجئے اور ولایت صدیقین کی منتہا کو پہنچ جائیے بتائیے اس سے زیادہ آسان راستہ اور کیا ہوگا ۔

ذکر اللہ اور جذب الٰہیہ

ارشاد فرمایا کہ بزرگان دین جو ذکر بتاتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ذکر کی برکت سے اللہ کا راستہ آسان ہوجاتا ہے ، گناہ سے بچنا آسان ہوجاتا ہے کیونکہ ہر حسن میں جذب ہے ، غیر اللہ میں اللہ تعالیٰ نے جاذبیت رکھی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی قوت جذب تمام ماسوااللہ کی قوت جذب سے اعلیٰ ہے ۔

سارے عالم کی صفت جذب مخلوق ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفت جذب خالقیت کے ساتھ ہے پس اللہ تعالیٰ کا جذب سب سے قوی ہے لہذا مشایخ جو ذکراللہ کی تعلیم دیتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام کے صدقہ میں جہاں ان کو اللہ تعالیٰ کی ذات کا قرب حاصل ہو وہاں صفاتِ الٰہیہ کی بھی تجلی ان پر ہو اور اللہ تعالیٰ کی شان جذب کا ظہور ہو جس کے سامنے ساری دنیا کے مقناطیس اور ساری دنیا کے حسینوں کی کشش فیل ہوجائے گی۔ اللہ کے ذکر سے وہ آہستہ آہستہ اللہ کی طرف کھنچتا چلاجائے گا۔ میرے شیخ اول حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمہ اللہ علیہ کا ایک جملہ ہے کہ ذکر ذاکر کو مذکور تک پہنچا دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے محبت کی ایک عجیب عقلی دلیل

ارشاد فرمایا کہ اللہ کے علاوہ کسی اور کا نام لیجئے وہاں اسم کے ساتھ اس کا مسمیٰ اور وجود ضروری نہیں ہے۔ جیسے میں اپنے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم کا نام لوں تو حضرت تو ہردوئی میں بیٹھے ہیں، یہاں موجود نہیں لیکن پوری کائنات میں صرف اللہ تعالیٰ کی ایک ذات ہے کہ جہاں ان کا نام لیا جاتا ہے وہاں ان کا مسمیٰ بھی ہے اسی لئے اللہ کے عاشقوں کو فراق سے پالا نہیں پڑتا۔ وہ ہر وقت صاحب وصل ہیں کیونکہ جہاں اللہ کا نام لیا وہیں اللہ موجود ہے۔ دنیا کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جہاں اللہ نہ ہو و ھو معکم اینما کنتم لہذا ایسا محبوب اللہ کے علاوہ کوئی اور نہیں ہوسکتا اس لئے عقلاً بھی اللہ سے محبت کرنا فرض ہے کیونکہ محبت نہیں چاہتی

کہ فصل ہو، جدائی ہو اور دنیا کے محبوبوں میں جدائی کا امکان رہتا ہے احبب من شئت فانك مفارقه جس سے چاہو محبت کرلولیکن ایک دن اس سے جدا ہوجاؤ گے۔ یہ جدائی عارضی بھی ہوسکتی ہے اور دائمی بھی مثلاً محبوب یہاں سے ڈربن چلا گیا، یا بیوی میکے یعنی مائی کے یہاں چلی گئی تو یہ عارضی جدائی ہوئی اور اگر موت واقع ہوگئی تو دائمی جدائی ہوگئی اور کلام نبوت کی بلاغت دیکھئے کہ باب مفاعلہ استعمال فرمایا جس میں فعل کا صدور جانبین سے ہوتا ہے۔ کیا معنیٰ کہ یا وہ محبوب تم سے جدا ہوسکتا ہے یا تم اس سے جدا ہوسکتے ہو عارضی طور سے یا دائماً۔ اس طرح فراق ہوا یا نہیں؟ لیکن اللہ تعالیٰ سے کبھی فراق نہیں ہوتا۔ وہ ہم سے جدا نہیں ہوتے ہم اپنی نالائقی سے ان سے جدا ہوتے ہیں، گناہ کے بادلوں کے ظلمات میں ہم محجوب ہوجاتے ہیں۔ لہذا محبت کا فطری مزاج یہی ہے کہ محبوب سے ہر وقت ملاقات ہو ورنہ عاشق مرجائے گا اور ہر وقت ساتھ رہنے والا سوائے اللہ کے کوئی نہیں ہے لہذا عقلاً بھی یہ دلیل ہے کہ اللہ ہی سے محبت کرو۔

محبت بالحق اور محبت للحق میں کوئی فرق نہیں

ارشاد فرمایا کہ جو محبت للحق ہوتی ہے وہ محبت بالحق ہوتی ہے یعنی جو محبت اللہ کے لئے ہوتی ہے وہ اللہ ہی کی محبت میں شامل ہے اس لئے شیخ کی محبت اللہ کی محبت سے الگ نہیں ہے۔ جو شخص شیخ کی محبت کو اور اللہ کی محبت کو الگ الگ سمجھتا ہے وہ مشرک فی التصوف ہے ؎

دو مگو و دو مخواں و دومداں
خواجہ را در خواجہ خود محوداں

شیخ کو اپنے اللہ کی محبت میں فانی سمجھو۔ الگ مت سمجھو۔ جب شکر دودھ میں محلول ہوگئی۔ گھل گئی اور فنا ہوگئی یعنی فانی فی اللبن ہوگئی اب اس کو دودھ سے الگ مت سمجھو۔ ہر گھونٹ میں اب اس شکر کو بھی پاؤ گے۔ بندہ جب اللہ میں فانی ہوگیا تو سمجھ لو کہ اس کو دیکھنا گویا اللہ کو دیکھنا ہے۔ میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمہ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جس شیشی میں دس ہزار روپے تولہ کا عطر عود ہے تو جو شخص اس شیشی کو دیکھ رہا ہے وہ گویا عطر کو دیکھ رہا ہے اور اس شیشی کا اکرام کرنا عطر کا اکرام ہے اس لئے شیخ کا اکرام اللہ تعالیٰ کا اکرام ہے کیونکہ اللہ کی وجہ سے اکرام کررہا ہے۔ لہذا جن لوگوں نے اپنے شیخ کا اکرام کیا اللہ نے ان کو اکرام عطا فرمایا کیونکہ اہل اللہ کا اکرام اللہ تعالیٰ کا اکرام ہے اور اکرام الٰہیہ کا انعام الٰہیہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اکرام بین الخلق دیتا ہے جزاء وفاقا یعنی جزاء موافق عمل اور جنہوں نے اپنے نفس کو نہیں مٹایا۔ شیخ کا اکرام نہیں کیا دنیا میں بھی ان کو اکرام نصیب نہیں ہوا لیکن حکیم الامت تھانوی فرماتے ہیں کہ شیخ کا اکرام اکرام بین الخلق کے لئے نہ کرو۔ اللہ کے لئے کرو۔ اللہ والوں کو اللہ کے لئے چاہو۔ دنیا کی نیت کر کے اپنے عمل کو ضائع نہ کرو۔ دنیا تو خود آئے گی۔ دنیا بغیر نیت ملتی ہے۔ اللہ نیت سے ملتا ہے۔ ہمارے دل میں جو کچھ ہے سب اللہ کے سامنے ہے۔ جو شخص اکرام فی الخلق کی نیت کرے گا تو بتائیے غیرت جمال خداوندی کا کیا تقاضا ہے کہ یہ ظالم مخلوق میں مکرم ہونے کے لئے ہمارے عاشقوں سے ملتا ہے۔ ہمارے لئے نہیں مل رہا ہے۔ لہذا غیرت جمال خداوندی اس کو گوارا نہیں کرتی اور ایسا شخص محروم رہتا ہے۔

اکتساب نور بقدر فنائے نفس ہوتا ہے

ارشاد فرمایا کہ نور القمر مستفاد من نور الشمس قمر کی کوئی ذاتی روشنی نہیں ہے وہ آفتاب کی شعاعوں سے روشن رہتا ہے جب آفتاب اور چاند کے درمیان زمین کی پوری حیلولت آجاتی ہے تو چاند بالکل بے نور ہوجاتا ہے اور جب حیلولت تھوڑی تھوڑی ہٹتی جاتی ہے تو چاند تھوڑا تھوڑا روشن ہوتا جاتا ہے اور جس دن زمین کی حیلولت بالکل ختم ہوجاتی ہے تو سورج کی روشنی سے چاند کا پورا دائرہ روشن ہوجاتا ہے۔ جن لوگوں نے اپنے نفس کی حیلولت کو، بری خواہشات کو بالکلیہ مٹادیا ان کے قلب کا پورا دائرہ حق تعالیٰ کے قرب کی تجلیات سے بدرِ منیر ہوجاتا ہے، قلب کا پورا دائرہ تجلیات الٰہیہ سے روشن ہوتا ہے لہٰذا اس کی تقریر میں اور اس کی تحریر میں ان انوارِ الٰہیہ کے آثار محسوس ہوں گے لیکن اگر نفس کو پورا نہیں مٹایا اور نفس کی شرارت سے کبھی کبھی گناہ بھی کرتا رہتا ہے، کبھی کبھار ادھر ادھر نظر مار کر لذت لیتا ہے تو اس کے قلب کا دائرہ پورا روشن نہیں ہوگا۔ جس طرح چاند کی چودہ تاریخ سے پہلے بھی تو چاند ہوتا ہے مگر اس کا کچھ حصہ اندھیرا ہوتا ہے اسی طرح اس شخص کی تقریر اور تحریر میں اتنے اندھیرے ہوں گے جتنا حصہ قلب کا اندھیرا ہوگا۔ اس لئے اگر چاہتے ہو کہ ہمارا پورا قلب اللہ تعالیٰ کی تجلی کا مرکز اور سرچشمہ بن جائے تو ایک گناہ بھی نہ کرو۔

رحمت حق اور محرومی از رحمت حق کے دلائل منصوصہ

ارشاد فرمایا کہ گناہ بُری چیز ہے اور بُری چیز کو جلد چھوڑنا چاہیے۔ جیسے اگر کپڑے میں کہیں پاخانہ لگ جائے تو جلدی سے صاف کرتے ہو کہ نہیں؟ لیکن آج کل لوگوں سے ایک بدنظری ہوتی ہے تو جلد توبہ نہیں کرتے۔ شیطان کہتا ہے ابھی تو راستہ میں بہت سی شکلیں نظر آئیں گی سب کو خوب دیکھ بھال لو، شام کو گھر جانا، جب سورج غروب ہوجائے تو اندھیرے میں رو دھوکر خوب تلافی کردینا۔ اجالوں میں اندھیرے کام کرو اور اندھیرے میں اجالے کام کرو۔ میں کہتا ہوں کہ اگر یہ شخص خوش نصیب ہے اور اس کے قلب پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے اور یہ محروم رحمت الٰہیہ نہیں ہے تو ان شاء اللہ ایک سیکنڈ بھی برداشت نہیں کرے گا، صدور خطا کے بعد فوراً حق تعالیٰ سے استغفار و توبہ کرکے مورد عطا ہوجائے گا۔ جو لوگ تسلسل کے ساتھ گناہوں میں مبتلا ہیں اور توبہ و استغفار کرکے اپنے کو صاف نہیں کرتے یہ حق تعالیٰ کی رحمت خاصہ سے محروم ہیں۔ دلیل کیا ہے؟ اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِیْ بِتَرْکِ الْمَعَاصِیْ اے اللہ مجھے وہ رحمت عطا فرمائیے جس سے میں گناہ چھوڑدوں۔ معلوم ہوا کہ گناہ چھوڑنا اللہ کی رحمت کی دلیل ہے اور نفس کے شر سے وہی بچ سکتا ہے جو اللہ کی رحمت کے سائے میں ہوگا۔ اس کی دلیل اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ ہے۔ یہ استثنٰی اللہ تعالیٰ کا ہے، خالق نفس امارہ کا استثنٰی ہے۔ نفس امارہ کے معنی ہیں کثیر الامر بالسوء جس کا ہندی ترجمہ میں نے کیا ہے کہ مہا دُشٹ یعنی زبردست خطرناک، انتہائی خراب اور السوء میں الف لام اسم جنس کا ہے۔

جنس وہ کُلی ہے جو انواع مختلف الحقائق پر مشتمل ہو ۔ یعنی زمانہ نزول قرآن سے لے کر قیامت تک گناہ کے جتنے بھی انواع و اقسام ایجاد ہوں گے سب اس السوء میں شامل ہیں ۔ اللہ تعالیٰ کے کلام کی بلاغت تو دیکھئے کہ الف لام جنس کا داخل فرماکر قیامت تک ہونے والے تمام گناہ ٹی وی ۔ وی سی آر ڈش انٹینا کی بدمعاشیاں ۔ امارد اور کتوں سے شادیاں وغیرہ وغیرہ سب اس میں شامل ہیں لیکن الا ما رحم ربی جو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سائے میں رہے گا وہ نفس کے شر سے محفوظ رہے گا ۔ لہذا جس کو دیکھو کہ نفس کے شر سے محفوظ ہے ۔ گناہوں میں مبتلا نہیں تو سمجھ لو کہ یہ سایہ رحمت الٰہیہ میں ہے اور اس سایہ میں آپ بھی بیٹھ جائیے ۔

بیٹھ جاتا ہوں جہاں چھاؤں گھنی ہوتی ہے
ہائے کیا چیز غریب الوطنی ہوتی ہے

مطلب یہ ہے کہ اہل اللہ کی صحبت میں رہو کیونکہ وہ لوگ سایہ رحمت الٰہیہ میں ہیں ۔ دلیل وہی ہے جو اوپر بیان ہوئی کہ وہ لوگ نفس کے شر سے محفوظ ہیں اور اگر کبھی بربنائے غلبہ بشریت ان سے خطا ہوجائے تو ان کی ندامت اور استغفار کا بھی وہ مقام ہوتا ہے کہ عوام الناس اس کا تصور بھی نہیں کرسکتے ۔ جو مقرب ہوتے ہیں، عظیم الشان قرب جن کو عطا ہوتا ہے ان کی ندامت بھی عظیم الشان ہوتی ہے ۔ ان کے آنسو بھی عظیم الشان ہوتے ہیں ۔ جس مقام سے وہ استغفار و توبہ کرتے ہیں عوام کو اس کی ہوا بھی نہیں لگ سکتی ۔ اللہ کے حضور میں وہ جگر کا خون پیش کرتے ہیں ۔

در مناجاتم ببیں خون جگر

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ جب میں روتا ہوں اور اپنے گناہوں کی معافی مانگتا

ہوں تو اے اللہ میری مناجات میں آپ میرے جگر کا خون بھی تو دیکھئے ۔ شہیدوں کے خون کے برابر ان گنہگاروں کے آنسو وزن ہوں گے ؎

کہ برابر می کند شاہ مجید
اشک را در وزن با خون شہید

اور شہید کے خون کے برابر کیوں وزن کیا جائے گا ؟ کہاں یہ پانی اور کہاں شہید کا خون ! مولانا رومی فرماتے ہیں کہ ندامت کے یہ آنسو پانی نہیں ہیں یہ جگر کا خون ہے جو خوف خدا سے پانی ہوگیا ہے ۔

ہر مجلس میں اختر جو بات پیش کررہا ہے یہ حاصل سلوک اور اولیاء صدیقین کی جو آخری سرحد ہے اس مقام تک پہنچانے والی ہے ۔ جان لو ، مان لو اور ٹھان لو کہ ایک لمحہ کو خدا کو ناراض نہیں کرنا ہے ۔ گناہ نہ کرنے سے بالفرض اگر جان جاتی ہے تو جان فدا کردو ۔ میرا ایک شعر ہے ؎

نہیں ناخوش کریں گے رب کو اے دل تیرے کہنے سے
اگر یہ جان جاتی ہے خوشی سے جان دے دیں گے

مبارک ہے وہ جان جو اللہ پر فدا ہو ، مبارک ہے وہ جوانی جو خدا پر فدا ہو ، مبارک ہیں وہ آنکھیں جو اللہ کے خوف سے اشکبار ہیں ۔ باقی جتنے کام خدا کی مرضی کے خلاف ہیں وہ مومن کے لئے خسارہ ہیں ۔ بس میری سارے عالم میں یہی صدا ہے کہ اللہ کے لئے اللہ کو خوش رکھو اور ایک لمحہ بھی اپنے مالک کو ناخوش کرکے حرام خوشی اپنے قلب و نفس میں نہ لاؤ ۔ یہ غیرت بندگی کے بھی خلاف ہے ، حیا کے بھی خلاف ہے ، شرافت کے بھی خلاف ہے ۔ اللہ کو ناراض کرکے اپنے نفس میں حرام خوشی لانے والے سے بڑھ کر کوئی بے غیرت کمینہ ناشکرا اور بین الاقوامی احمق نہیں ہے کیونکہ اتنی بڑی طاقت والے مالک

کو ناراض کرکے اپنے نفس دشمن کو خوش کررہا ہے ۔ اگر اللہ کی صفت ذوالانتقام کا ظہور ہوجائے تو یہ کیا کرسکتا ہے۔ کیا صفات الٰہیہ کے ظہور کے لئے اللہ تعالیٰ اس سے مشورہ کرے گا؟ اور جیسے ہی گناہ کا ارادہ کرتا ہے اس کی دوزخ اسی وقت سے شروع ہوجاتی ہے ۔ یہ بے وقوف سمجھتا ہے کہ میں حسینوں اور نمکینوں کو دیکھ کر مزے اُڑا رہا ہوں لیکن اسے معلوم نہیں کہ یہ نالائق اپنی زندگی کو عذاب اور دوزخ میں ڈال رہا ہے ۔ اپنے پیر میں خود کلہاڑی مار رہا ہے ۔ اللہ تعالیٰ ظَلَّامٍ لِّلۡعَبِیۡد نہیں ہے ۔ یہ خود ہی اپنی جان پر ستم ڈھا رہا ہے ۔ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ جو گناہوں پر اصرار کرتا ہے اور استغفار و توبہ سے تلافی نہیں کرتا یہ اپنی ذات سے خود دوزخ ہے۔ کیا پیارا شعر فرمایا ؎

گر گرفتار صفات بدشدی
ہم تو دوزخ ہم عذاب سرمدی

اے سالکین کرام! تم جو اللہ کو ڈھونڈ رہے ہو اور اولیاء اللہ سے مرید ہورہے ہو اللہ کی تلاش میں ہو اگر تم نے ننانوے گناہ چھوڑ دیے لیکن صرف ایک گناہ سے توبہ نہ کی کہ اگر یہ گناہ بھی چھوڑ دیا تو زندگی بے مزہ ہوجائے گی تو اگر ایک گناہ میں بھی مبتلا رہوگے تو پھر تمہیں دوزخ کی تلاش کی ضرورت نہیں ۔ پھر تمہاری ذات خود دوزخ ہوجائے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ کرم سے وہ دل محروم ہوجاتا ہے جو اللہ کو ناراض کرکے حرام لذت کو درآمد کرتا ہے اور جس وقت حق تعالیٰ کی نگاہ کرم ہٹتی ہے اسی وقت اس کے قلب میں حق تعالیٰ کے عذاب کا نقطہ آغاز ہوتا ہے ۔ جب آفتاب غروب ہوتا ہے تو ساری کائنات میں اندھیرا چھا جاتا ہے تو خالق آفتاب جس سے ناراض ہو اس کے دل کے اندھیروں کا کیا عالم ہوگا ۔ یہاں تو پھر بھی امید ہے کہ رات بھر کے اندھیرے

کے بعد صبح پھر سورج نکل آئے گا۔ لیکن گناہوں سے جو اندھیرا ہوا ہے تو جب تک اللہ سے توبہ و استغفار نہیں کروگے، جب تک وہ خالق آفتاب راضی نہیں ہوگا اپنے قلب کے اندھیروں کو کوئی ہٹا نہیں سکتا۔

جنت قربِ الٰہی دنیا میں

(ڈربن ۷ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۸ھ مطابق ۹ ستمبر ۱۹۹۷ء منگل ساڑھے آٹھ بجے صبح)

ارشاد فرمایا کہ میری زندگی کا مقصد یہی ہے کہ لیلاؤں سے جان چھڑانا اور مولیٰ سے آشنا کرنا۔ قلب وجاں کو اللہ تعالیٰ سے ایسا چپکا دینا کہ کوئی عالم ایک ذرہ اور ایک اعشاریہ اللہ تعالیٰ سے الگ نہ کرسکے نہ بادشاہت کا عالم، نہ وزارت کا عالم، نہ حسینوں کا عالم، نہ کباب و بریانی کا عالم۔ کوئی عالم ہمیں اللہ سے بال برابر بھی الگ نہ کرسکے۔ اس طرح ہم اللہ سے چپک جائیں ان پر فدا ہوجائیں جیسے چھوٹا بچہ ایک تندرست ماں سے چپٹا رہتا ہے جب چاہتا ہے دودھ پیتا رہتا ہے۔ جس کے قلب و جان اللہ سے چپٹے ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ خالق دو جہاں ہیں تو ایسا شخص ہر وقت دونوں عالم کا مزہ چوسے گا۔ اس لئے اولیاء اللہ سلاطین کو خاطر میں نہیں لاتے کہ جو بادشاہوں کو بادشاہت کی بھیک دیتا ہے وہ ان کے دل میں ہے لیلاؤں کو حسن دینے والا ان کے قلب میں ہے اس لئے مولیٰ کو پانے والا سارے عالم کے بادشاہوں سے اور سارے عالم کی لیلاؤں سے مستغنی ہوجاتا ہے۔

لہٰذا اختر دونوں جہان کی لذت کی دعوت پیش کرتا ہے دیکھئے ملائیت کا یہ راستہ کتنا پیارا ہے۔ عام لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ یہ کرو اور وہ نہ کرو تو جنت پاؤ گے۔ آدمی سوچتا ہے کہ جنت تو ادھار ہے۔ میں کہتا ہوں کہ جنت قرب

الٰہی نقد ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قرب کی لذت جنت سے بھی زیادہ ہے کیونکہ خالق جنت قدیم واجب الوجود ہے، کہاں اللہ کہاں جنت۔ کہاں خالق کہاں مخلوق۔ جنت مخلوق ہے اور مخلوق خالق کے برابر کیسے ہو سکتی ہے۔ اسی زمین پر آپ جنت سے کروڑہا میل دور اگر مولیٰ کو حاصل کرلیں تو یہیں جنت سے زیادہ مزہ آجائے گا۔ بس یہاں اللہ کا دیدار نہیں ہے۔ جنت کی فضیلت اس لئے ہے کہ وہاں مولیٰ کے دیدار کا وعدہ ہے، جنت محل دیدار الٰہی ہے اور اللہ تعالیٰ کے دیدار کی لذت بے مثل ہے جس کا مقابلہ کوئی نعمت نہیں کرسکتی اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے ہم سب کو نصیب فرمائیں۔

نہیں کرتے ہیں وعدہ دید کا وہ حشر سے پہلے
دل بیتاب کی ضد ہے ابھی ہوتی یہیں ہوتی

اس زمین پر جنت سے زیادہ مزہ ملنے لگے گا بس ایک شرط ہے کہ خدا کو ناراض کرکے حرام مزے مت لو۔ سلوک و تزکیۂ نفس کا حاصل یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ناراض کرکے حرام خوشیوں کو اپنے قلب میں نہ لائیے۔ عاشقوں کے لئے یہ زیبا نہیں، یہ کیسا عشق ہے کہ اپنے محبوب حقیقی تعالیٰ شانہ کو ناراض کررہے ہو اور حرام خوشیاں اینٹھ رہے ہو اور رزق خدا کا کھا رہے ہو۔ اسی لئے آج ساری دنیا غمزدہ ہے۔ میں کہتا ہوں کہ واللہ ثم واللہ کہ جو اللہ کو خوش رکھ کر جئے گا اللہ اس کے قلب کو ہر حالت میں خوش رکھے گا۔ ناممکن ہے کہ خالق خوشی جس دل میں ہو اور غم اس دل میں داخل ہوجائے۔ اگر سوئٹزر لینڈ واٹر پروف گھڑی بنا سکتا ہے تو اللہ اپنے عاشقوں کے دل کو غم پروف کرسکتا ہے۔ تسلیم و رضا کی برکت سے غموں میں بھی وہ اپنے اللہ سے راضی رہے گا، غم اس کے دل تک نہیں پہنچ سکتے، اللہ کی مرضی پر جان فدا کرنے والوں کو ہر لحہ ایک

نئی جان عطا ہوتی ہے ۔

کشتگان خنجر تسلیم را
ہر زماں از جان غیب دیگر است

اگر خوش رہنا ہے تو اپنے مولیٰ پر مرنا سیکھ لو ۔

کوئی جیتا کوئی مرتا ہی رہا
عشق اپنا کام کرتا ہی رہا

شرافت بندگی کا ایک سبق

۱۸ ستمبر ۹۴ء بدھ بعد عشاء بمقام بال مدرسہ ڈربن مجلس اشعار کے درمیان بعض ملفوظات

ارشاد فرمایا کہ بعض بچوں کی تربیت اتنی عمدہ ہوتی ہے کہ آپ ان کو کتنے ہی نوٹ ، کتنی ہی مٹھائی یا ٹافی دیں تو وہ اپنے ابا کی طرف دیکھتے ہیں ینظر الیٰ ابیہ مستشیراً اپنے باپ کو مشورہ کے لئے دیکھتا ہے کہ باپ کی کیا رائے ہے ۔ اگر ابا نے آنکھ سے یا گردن سے اشارہ کیا کہ لے لو تو وہ بچہ لے لیتا ہے ۔ ایسے ہی جب ہمارے سامنے کوئی گوری یا کالی ٹافی آئے (یعنی گوری کالی عورتیں) تو چھوٹے بچوں کی طرح ہم بھی ربا کی طرف دیکھیں کہ اے میرے رب العالمین آپ کا کیا حکم ہے ، آیا میں دیکھوں یا نہ دیکھوں ۔ اگر ربا کی طرف سے حکم ہو تو دیکھ لو جیسے بیوی بچے ماں باپ کو دیکھو اور اگر نامحرم عورت ہے تو رب العالمین کی طرف سے یغضوا کی آواز کان میں سن لو ۔ ان کا یہی فرمان قیامت تک کے لئے عالیشان ہے ۔ لیکن آہ ! ہم چھوٹے بچوں سے بھی گئے گذرے ہو گئے کہ چھوٹے بچے کو تو اپنے پالنے والے ابا کا اتنا خیال ہو

کہ اس کی مرضی کے بغیر ٹافی نہ لے اور جو ہمارا اصلی پالنے والا ہے، جو ہمارے ماں باپ کو بھی پالتا ہے اس کا کیا حق ہونا چاہیے۔ جب معلوم ہوجائے کہ ربا کی مرضی نہیں تو پھر لاکھ دل چاہے نہ دیکھو، حق وفاداری ادا کرو تو ہمارا مالک کتنا خوش ہوگا کہ یہ میرا بندہ میری مرضی پر جیتا ہے، میری مرضی پر مرتا ہے۔ ان کی مرضی پر جینا کیا ہے؟ جس بات سے وہ خوش ہوں اس پر خوش رہو اور جس بات سے وہ ناراض ہوں وہاں اپنی خوشی کو آگ لگا دو"

خوشی کو آگ لگا دی خوشی خوشی ہم نے

پچھتاؤ بھی مت کہ کاش اللہ کا یہ قانون نہ ہوتا تو میں دیکھ لیتا، یہ پچھتانا بھی اللہ کو پسند نہیں ہے کہ میرے قانون کو تم ظلم سمجھتے ہو، تمنا کرتے ہو کہ کاش یہ قانون ہوتا۔ پھر کیا میرے بندے بنے ہوئے ہو۔ شکر ادا کرو کہ اے اللہ آپ کی توفیق سے میں نے گوری اور کالی ٹافی کو نہیں دیکھا اس عمل کو آپ میرے لئے کافی بنادیجئے حلاوت ایمانی کی عطاء نعمت کے لئے جس کا حدیث پاک میں وعدہ ہے من ترکھا مخافتی ابدلتہ ایمانًا یجد حلاوتہ فی قلبہ اور جس کو حلاوت ایمانی ملتی ہے اس کا خاتمہ ایمان پر ہوتا ہے۔ مرقاۃ کی عبارت یہ ہے و قد ورد ان حلاوۃ الایمان اذا دخلت قلبا لا تخرج منہ ابدا و فیہ اشارۃ الیٰ بشارۃ حسن الخاتمہ۔ حلاوت ایمانی جس قلب میں داخل ہوتی ہے پھر کبھی واپس نہیں لی جاتی اور اس میں حسن خاتمہ کی بشارت ہے۔ بس نگاہ بچا کر یہ دعا کرلو کہ اے اللہ میں نے آپ کی خاطر آپ کی دی ہوئی امانت بصارت کو غلط استعمال نہیں کیا اس کی برکت سے آپ حلاوت ایمانی میرے قلب کو عطا فرما کر میرا خاتمہ ایمان پر مقدر فرمادیجئے۔

بس سارے عالم میں میری یہی صدا ہے کہ ہم لوگ اس زمانہ میں صرف

نظر کی حفاظت کرلیں تو حلاوت ایمانی ملے گی اور یہ حلاوت ایمانی ہمیں اولیاء صدیقین کی منتہا تک پہنچادے گی۔ اس کی نسبت مع اللہ میں وہ خوشبو آئے گی کہ جدھر سے گذر جائے گا لوگ کہیں گے کہ کوئی اللہ والا جارہا ہے آپ بتائیے کوئی گرم گرم کباب چھپا کر لئے جارہا ہو تو لوگوں کو اس کی خوشبو سے پتہ چل جاتا ہے کہ نہیں کہ کوئی کباب لئے جارہا ہے۔ جس کا دل ہر وقت غم اٹھائے گا اور حسرت زدہ ہوگا اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو اپنی محبت کا جلا بھنا کباب کردے گا۔ اس کے پاس اللہ کی خوشبو محسوس ہوگی۔

ذات حق کی جملہ صفات تخلیقیہ نام مولیٰ میں موجود ہیں

۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۸ھ مطابق ۱۹ ستمبر ۱۹۹۷ء بعد فجر بمقام آزاد دل

ارشاد فرمایا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے نام میں کیا ہے جو نہ ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ دونوں جہان کی لذات کے خالق ہیں ۔ اللہ کی ذات سرچشمہ لذات دوجہاں ہے، وہی تو لیلاؤں کو نمک دیتا ہے لہذا اللہ تعالیٰ کی صفت تخلیقیہ لملاحۃ الیلیٰ نام مولیٰ میں موجود ہے کیونکہ اللہ کی کوئی صفت اللہ سے الگ نہیں ہوسکتی ۔ مخلوق کی صفت اس کی ذات سے الگ ہوجاتی ہے جیسے آج ایک حافظ قرآن ہے کل کو اس پر فالج گرگیا سارا قرآن بھول گیا۔ میں نے خود دیکھا کہ کانپور میں ایک حافظ صاحب تھے ان پر فالج گر گیا سورۂ فاتحہ بھی یاد نہیں رہی ۔ قل ھواللہ بھی نہیں پڑھ سکتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ کی کوئی صفت کبھی اللہ تعالیٰ سے الگ نہیں ہوسکتی ۔ لہذا اللہ تعالیٰ کا کرم بجمیع صفاتہ اگر آپ پر متوجہ ہے تو آپ جنگلوں میں بوریہ اور چٹائی پر اپنی روح کے اندر دونوں جہان کا مزہ لوٹ سکتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی نے دونوں جہان کی لذات

کو پیدا فرمایا ۔ اللہ تعالیٰ نے حوروں کو پیدا کیا ۔ اللہ تعالیٰ ہی جملہ لیلائے کائنات کے خالق ہیں لہذا تخلیق حسن دو جہاں اور بریانی و کباب اور پاپڑ اور سموسہ جملہ لذات دوجہان ان کے نام میں لازم ہے ۔ لہذا جو محبت سے اللہ کہتا ہے دونوں جہان کا مزہ لیتا ہے مگر ایک شرط ہے ۔ بریانی کھانے کے لئے ضروری ہے کہ ملیریا نہ ہو ۔ جس کو ملیریا کا بخار چڑھا ہو اور قے ہورہی ہو وہ ۔ بریانی کھاتا ہے تو کہتا ہے کڑوی ہے ۔ کباب اور سموسہ کھائے گا تو کہے گا کڑوا ہے ۔ اسی طرح ہم لوگوں پر دنیا کی محبت کا ملیریا چڑھا ہوا ہے اسی لئے ہمیں اللہ کا نام ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ، آخرت اور دین سب کڑوا لگ رہا ہے ۔ پہلے اس ملیریا کا علاج کرائیے ۔ ملیریا کا علاج کڑوی دوا سے ہوتا ہے جس کا نام کونین ہے ۔ روحانی ملیریا کی کڑوی دوا کیا ہے؟ وہ ہے تقویٰ اور گناہ چھوڑنا ۔ حرام سے بچنا اور گناہ چھوڑنا نفس کو بہت کڑوا معلوم ہوتا ہے لہذا جو تقویٰ کی کڑوی دوا کونین کھاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو دولت کونین عطا فرماتے ہیں بلکہ تقویٰ وہ کونین ہے جس سے خالق کونین ملتا ہے ۔

بس یہ ملیریا اتر جائے یعنی تقویٰ پیدا ہوجائے تو پھر ادراک ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں صفت تخلیقیہ لملاحۃ لیلیٰ نام مولیٰ میں موجود ہے ۔ ابھی تو بعض لوگ قوت سامعہ سے سن کر یہ علم الیقین حاصل کررہے ہیں اور عین الیقین اپنے حسن ظن سے حاصل کررہے ہیں کہ شاید مقرر اس نعمت سے نوازا گیا ہو اور حق الیقین اس وقت حاصل ہوگا جب اللہ تعالیٰ کا نام پاک قلب و روح میں مع اپنی تمام صفات کے متجلی ہوجائے گا ۔

حفاظت نظر کے لئے ایک عجیب موثر مراقبہ

۲۲ ستمبر ۱۹۹۰ء صبح پونے دس بجے ریل کے پلیٹ فارم پر

ارشاد فرمایا کہ اگر گوری کالی کرسچین عورتوں پر نظر پڑ جائے اور ان کی حقارت دل میں آئے یا ان کی طرف میلان ہو تو فوراً نظر ہٹا کر اللہ سے کہو کہ یہ پیغمبرزادیاں ہیں آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں ۔ اے اللہ ان کو ایمان دے دے ۔ اس کے دو فائدے ہوں گے ایک تو اس مراقبہ سے کہ یہ پیغمبر کی بیٹیاں ہیں ان کی طرف بدنظری کرنے سے خوف معلوم ہوگا اور دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ خوش ہوں گے کہ یہ میرا بندہ میری مخلوق پر کتنا مہربان ہے کہ ان کی ہدایت کے لئے دعا کررہا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ اس کو اپنا پیار عطا فرمائیں گے ۔

لذتِ قربِ حق نقد ہے ادھار نہیں

ارشاد فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں کہ جنت تو ادھار ہے یہ صوفی لوگ ہمیں حسینوں نمکینوں کی نقد لذت چھڑواتے ہیں جنت کے ادھار کے وعدے پر۔ لیکن دوستو! جنت تو ادھار ہے لیکن مولیٰ ادھار نہیں ہے وھو معکم اینما کنتم الخ تم جہاں کہیں بھی ہو میں تمہارے ساتھ ہوں ۔ جنت ادھار ہے میں تو نقد ہوں ہر وقت تمہارے ساتھ ہوں ۔ تم حسینوں سے نظریں بچالو، بس یہی حجاب ہے یہ حجاب اٹھادو تو مجھے اپنے پاس پاؤ گے اور جنت سے زیادہ مزہ دنیا ہی میں پالوگے کیونکہ میں خالق جنت ہوں جس کے پاس خالق جنت ہو وہ جنت سے زیادہ نہیں پائے گا؟ دیدار الٰہی کی لذت جنت میں مستزاد ہے وہ

صرف جنت ہی میں ملے گی لیکن میرے قرب کی لذت جنت کی جملہ لذات سے زیادہ دنیا ہی میں پالوگے۔

کیفیت احسانی کے انعامات اور طریقہ تحصیل

۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۸ھ مطابق ۲۷ ستمبر ۱۹۹۷ء بعد فجر چھ بجے
بر مکان مولانا اقبال صاحب جوہانسبرگ (جنوبی افریقہ)

ارشاد فرمایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ان تعبداللّٰہ کانك تراہ اس طرح عبادت کرو کہ گویا تم اللہ کو دیکھ رہے ہو فان لم تکن تراہ فانہ یراك تم اگر اللہ کو نہیں دیکھتے ہو تو اللہ تو تمہیں دیکھتا ہے۔ بعض لوگوں نے اس سے یہ سمجھا کہ احسانی کیفیت کے دو درجے ہیں (۱) ہم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہیں اور (۲) کہ اللہ تعالیٰ ہم کو دیکھ رہے ہیں مگر قطب العالم حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دوسرا درجہ جو ہے وہ اس مراقبہ کی علت ہے لہذا یہ دو درجے نہیں ہیں ایک ہی درجہ ہے کہ ہم اپنے اللہ کو دیکھ رہے ہیں کیونکہ اگر ہم نہیں دیکھتے تو اللہ تعالیٰ تو ہم کو دیکھ رہا ہے تو گویا ہم بھی دیکھ رہے ہیں۔ دنیا میں کانك رہے گا اور جنت میں اللہ تعالیٰ کَاَنَّكَ کا کاف نکال دیں گے وہاں اَنَّكَ سے دیکھوگے۔ دنیا میں آنکھیں بنائی جارہی ہیں ایمان، تقویٰ اور غم تقویٰ سے یعنی حصول تقویٰ میں بندہ جو مجاہدات اور حسرت اور غم اٹھاتا ہے اور خون تمنا پیتا ہے اسی خون تمنا سے آنکھیں بنائی جارہی ہیں اور جب آنکھیں بنائی جاتی ہیں تو پٹی بندھی رہتی ہے اس وقت دیکھنے کی ڈاکٹر اجازت نہیں دیتا اور جب روشنی آجاتی ہے تو پٹی ہٹادی جاتی ہے۔ جنت میں اللہ تعالیٰ یہ پٹی ہٹادیں گے۔ وہاں کاف کی پٹی ہٹادی جائے گی پھر

اَنَّکَ سے اللہ تعالیٰ کو دیکھو گے ۔ یہ تقریر میرے شیخ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی ہے جو ایک واسطے سے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری شرح بخاری میں اس احسانی کیفیت کو بیان فرمایا کہ احسان کیا ہے؟ فرماتے ہیں ان یغلب علیہ مشاھدۃ الحق بقلبہ حتی کانہ یری اللہ تعالیٰ شانہ یعنی مشاہدۂ حق ایسا غالب ہوجائے کہ گویا وہ اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے۔

اس کیفیت کو مدارس سے ، کتابوں سے ، تبلیغ سے ، تدریس سے کوئی نہیں پاسکتا ۔ یہ کیفیت صرف اور صرف اہل اللہ کے سینوں سے سینوں میں منتقل ہوتی ہے۔ کیفیات کے حامل قلوب ہوتے ہیں ، قوالب اور اوراق کتب نہیں ہوتے ۔ کتابوں سے یہ چیز نہیں مل سکتی ۔ کمیات شرعیہ کتابوں سے ملتی ہیں لیکن کیفیات احسانیہ کے حامل اوراق کتب نہیں ہوسکتے ۔ یہ کیفیات احسانیہ سینوں سے سینوں میں منتقل ہوتی چلی آرہی ہیں لہذا جب شیخ کے پاس جاؤ تو اضافہ علم کی نیت نہ کرو کیفیت احسانیہ کی ترقی کی نیت کرنا چاہئے ۔ اعمال کی ترقی اور قبولیت احسان پر موقوف ہے کمیت پر موقوف نہیں جیسے جہاز میں لوہا کم ہوتا ہے اس کا حجم بھی کم ہوتا ہے اور ریل کا لوہا اور حجم زیادہ ہوتا ہے لیکن جہاز چھوٹا ہو چاہے ڈکوٹہ ہی ہو لیکن اپنی اسٹیم کی کیفیت کی وجہ سے یہاں سے چند گھنٹوں میں جدہ پہنچ جائے گا جبکہ ریل کو پہنچنے میں کئی دن لگ جائیں گے ۔لہذا اپنے بزرگوں کی خدمت میں ہم جائیں تو یہ نیت کریں کہ کیفیت کی اسٹیم لینے جارہے ہیں کیونکہ اگر علم کی نیت کی تو ممکن ہے وہاں ایک علم کی بار بار تکرار ہو ۔ اس تکرار سے بعضے نادان گھبراتے ہیں کہ میاں

وہاں تو ایک ہی بات کو بار بار بیان کرتے ہیں ایسا سمجھنا سخت نادانی ہے۔ تکرار علم قرآن پاک سے بھی ثابت ہے ، ایک ہی آیت کتنی جگہ نازل ہوئی ہے۔ تکرار علم دلیل شفقت ہے۔ باپ اپنے بیٹوں سے بار بار کہتا ہے کہ بیٹا اس گلی سے نہ جانا وہاں غلط قسم کے لوگ رہتے ہیں۔ پھر دو تین دن کے بعد یہی کہتا ہے۔ بار بار ایک ہی آیت کا نزول حق تعالیٰ شانہ کی رحمت کی دلیل ہے۔ ایسے ہی شیخ اور مربی پر رحمت کا غلبہ ہوتا ہے تو بار بار کہتا ہے کہ دیکھو نظر بچانا۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ تکرار غذائے جسمانی میں آپ کو اعتراض کیوں نہیں ہوتا۔ روزانہ چائے پیتے ہو۔ یہاں کیوں نہیں کہتے کہ میاں کل بھی چائے پلائی آج پھر پلا رہے ہو۔ جس طرح تکرار غذائے جسمانیہ احب ہے اگر اللہ کی محبت پیدا ہوجائے گی تو تکرار علوم روحانیہ سے بھی مزہ آنے لگے گا۔

اس طرح بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم اپنے شیخ کی مجلس میں جو سنتے ہیں ہمیں تو کچھ یاد ہی نہیں رہتا ہمارا حافظہ کمزور ہے ہمارے پلے تو کچھ پڑتا ہی نہیں لہذا وہاں جانا بے کار ہے۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کچھ بھی یاد نہ رہے تب بھی فائدہ ہوتا ہے جیسے دو تین پہلے ہم نے کیا کھایا تھا یاد نہیں رہتا لیکن اس غذا سے جو خون بنا وہ ہماری رگوں میں دوڑ رہا ہے۔ تو جس طرح نسیان غذا سے فوائد غذا کا فقدان لازم نہیں آتا اسی طرح شیخ کی مجلس میں اس کے علوم و ملفوظات جو سنے چاہے وہ یاد نہ رہیں لیکن ان سے جو نور پیدا ہوگا وہ نور ہماری رگوں میں دوڑتا رہے گا کیونکہ قلب جہاں جسم میں خون سپلائی کرتا ہے اس کے ساتھ اللہ کا نور بھی سپلائی کرتا ہے ، وہ خون جب آنکھوں میں روشنی پیدا کرتا ہے تو ساتھ ہی قلب سے آنکھوں میں اللہ

کا نور بھی داخل ہوتا ہے ۔ پھر اس کی آنکھوں کو کچھ اور نظر آتا ہے ۔ جب نسبت عطا ہوتی ہے تو اس کے زمین و آسمان بدل جاتے ہیں ۔ یہ زمین و آسمان تو کافر بھی دیکھتا ہے لیکن اللہ والوں کے زمین اور آسمان ۔ سورج اور چاند کچھ اور ہی ہوتے ہیں ؂

اب وہ زماں نہ وہ مکاں اب وہ زمیں نہ آسماں
تو نے جہاں بدل دیا آکے مری نگاہ میں

لہذا جب اپنے بزرگوں کے پاس جائے تو یہ نیت نہ کرے کہ ہمارے علم میں اضافہ ہوگا ۔ معلومات بڑھیں گی بلکہ یہ مراقبہ کرے کہ ان کی احسانی کیفیت ۔ ان کا ایمان و یقین اور ان کا تقویٰ و خشیت اور اللہ سے ان کی محبت ہمارے قلوب میں منتقل ہورہی ہے اور اس انتقال نسبت کی کیا صورت ہوتی ہے ؟ اس کو مولانا رومی بیان فرماتے ہیں ؂

کہ ز دل تا دل یقیں روزن بود
نے جدا و دور چوں دو تن بود

دلوں سے دلوں میں خفیہ راستے ہیں جیسے جسم الگ الگ ہیں لیکن دل الگ الگ نہیں ہوتے ۔ قلوب میں آپس میں روابط ہوتے ہیں جو ضوابط سے بالاتر ہوتے ہیں ۔ دلیل کیا ہے ؟ فرماتے ہیں ؂

متصل نبود سفال دو چراغ
نور شاں ممزوج باشد در مساغ

دو چراغ آپس میں ملے ہوئے نہیں ہوتے ۔ ایک بلب وہاں جل رہا ہے ایک یہاں جل رہا ہے ۔ دس چراغ جل رہے ہیں ان کے جسم تو الگ الگ ہیں لیکن ان کی روشنی فضا میں مخلوط ہوتی ہے ۔ ملی ہوئی ہوتی ہے ۔ اسلئے جہاں دس دلی

اللہ بیٹھے ہوئے ہوں وہاں نور بڑھ جائے گا۔

بست مصباح از یکے روشن تر است

کہیں ایک چراغ جل رہا ہو اور کہیں بیس چراغ جل رہے ہوں تو بیس چراغوں کی روشنی زیادہ ہوگی ۔ لہٰذا صالحین اور نیک بندوں کے اجتماع کو معمولی نہ سمجھیں ۔ ان کی مجلس میں ایمان و یقین کی روشنی بڑھ جائے گی ۔ کمزور کمزور بلب اگر قریب قریب جل رہے ہوں تو روشنی بڑھ جاتی ہے یا نہیں؟ جب صالحین کی صحبت نفع سے خالی نہیں تو اولیاء کاملین کی مجلس کیسے بے فیض ہوسکتی ہے لیکن اس میں ارادہ اور اخلاص کو بہت دخل ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے یریدون وجھہ کی قید لگادی کہ فیضانِ نبوت ان ہی لوگوں کو ملتا ہے جو یدعون ربھم ہیں یعنی مجھے یاد کرتے ہیں لیکن وہ یریدون وجھہ بھی ہیں ان کے قلب میں میں مراد ہوں ۔ پس اصلی مرید وہ ہے جس کے قلب کی مراد اللہ ہو ورنہ وہ مرید نہیں ہے لہٰذا اس کی فکر کیجئے بار بار اپنے قلب کا جائزہ لو کہ ہم اپنے شیخ کے ساتھ کس لئے رہتے ہیں ۔ اگر کسی کو سیاحی مقصود ہے کہ مختلف شہروں کو دیکھیں گے اور مختلف دسترخوانوں کا ذائقہ چکھیں گے تو وہ اللہ کا مرید نہیں ہے وہ تو مرید غذا ہے ، مرید چٹخارہ ہے ، مرید سیاحی ہے اور اللہ پاک فرماتے ہیں یریدون وجھہ قرآن پاک کی آیت ہے کہ میں انہیں کو ملتا ہوں جن کے دل میں میں مراد ہوتا ہوں وہ مجھ کو پیار کرتے ہیں میں ان کو پیار کرتا ہوں

دونوں جانب سے اشارے ہوچکے
ہم تمہارے تم ہمارے ہوچکے

تو دل میں صرف اللہ مُراد ہو پھر صاحب نسبت شیخ کے پاس بیٹھو تو اس کی

کیفیت احسانی ، ایمان و یقین و حضور مع الحق آپ کے دل میں منتقل ہوجائے گا۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اپنے بزرگوں سے یہ احسانی کیفیت ملنے سے پھر آپ کی دو رکعات ایک لاکھ رکعات کے برابر ہوجائیں گی اور اپنے بزرگوں کے بارے میں یہی حسن ظن رکھیں کہ ان کی دو رکعات ہماری ایک لاکھ رکعات سے افضل ہیں ، ان کا ایک سجدہ ہمارے لاکھ سجدے سے افضل ہے ، اس کا ایک اللہ کہنا ہمارے ایک لاکھ اللہ کہنے سے افضل ہے ۔ مثال کے طور پر فرض کرلیں کہ اللہ تعالیٰ تھوڑی دیر کے لئے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دنیا میں بھیج دیں اور ان کی مجلس میں اس امت کے تمام صحابہ اور امم سابقہ کے تمام صحابہ اور اس امت کے تمام اکابر اولیاء اللہ اور امم سابقہ کے تمام اولیاء اللہ موجود ہوں اور حضرت صدیق اکبر ایک بار اللہ کہیں اور تمام صحابہ اور اولیاء اللہ ایک بار اللہ کہیں تو بتائیے حضرت صدیق اکبر کا اللہ سب سے بڑھ جائے گا یا نہیں؟ اس کی وجہ کیا ہے؟ کیونکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو کیفیت احسانی حاصل ہے وہ کسی کو حاصل نہیں۔ معلوم ہوا کہ کیفیت احسانیہ اصل چیز ہے ۔ جس کی کیفیت احسانی جتنی قوی ہوتی ہے اسی اعتبار سے اس کا عمل مقبول ہوتا ہے اور جس کو یہ کیفیت جتنی زیادہ حاصل ہوتی ہے اتنی ہی تیزی سے وہ اللہ کا راستہ طے کرتا ہے جیسے بعض جہاز چھ گھنٹے میں جدہ پہنچتے ہیں اور بعضے تین گھنٹے میں پہنچ جاتے ہیں بوجہ زیادہ اسٹیم کے ۔ جس کی احسانی کیفیت قوی ہوتی ہے اس کی رفتار سلوک میں بہت تیزی آجاتی ہے وہ بہت جلد اللہ تک پہنچتا ہے اسی لئے بزرگوں نے فرمایا کہ اپنی تنہائیوں کی عبادتوں سے لاکھ درجہ بہتر سمجھو کہ کسی صاحب نسبت کے پاس تھوڑی دیر بیٹھ جاؤ وہاں تمہیں پکی پکائی مل

جائے گی۔ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ اگر سیب خریدنا ہو تو بازار اور منڈی سے مت خریدو سیب کے باغ میں چلے جاؤ۔ بازار میں تو باسی اور گلا سڑا سیب ملے گا اور بازار کے گرد و غبار اور دھوپ کی گرمی سے الگ سابقہ پڑے گا اور باغ میں تازہ تازہ سیب پاجاؤ گے۔ تو اللہ والوں کے پاس بیٹھنا گویا سیب کے باغ میں بیٹھنا ہے اگر ان کے یہاں سوتے بھی رہو گے تو ان کی نسبت مع اللہ کے سیب کی خوشبو ملتی رہے گی۔ میرے شیخ حضرت مولانا ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص رات کی رانی کے نیچے چارپائی بچھا کر سوجائے مگر صبح جب اٹھے گا تو دماغ تازہ ملے گا۔

اسی طرح اولیاء اللہ کی خانقاہوں میں اگر کوئی سو بھی جائے، تہجد بھی نہ پڑھے تو بھی قلب میں نور پہنچ جائے گا۔ سائنس دانوں کے نزدیک تو انسانوں کی سانس میں کاربن ڈائی آکسائیڈ ہوتی ہے لیکن انبیاء علیہم السلام کی سانس میں اور اولیاء اللہ کی سانس میں صرف کاربن ڈائی آکسائیڈ نہیں ہوتی ان کے پاکیزہ انوار کو سائنس دان کیا جانیں۔ انفاس نبوت صحابہ ساز ہوتے ہیں اور انفاس اولیاء اولیاء ساز ہوتے ہیں کیونکہ ان کے قلب میں اللہ کا نور بھرا ہوا ہے۔ جلے بھنے دل سے جو سانس نکلتی ہے اس میں وہ انوار شامل ہوتے ہیں جو دوسرے دلوں میں نفوذ کر جاتے ہیں۔

لیکن صحبت اہل اللہ کے باوجود جن لوگوں کے سلوک میں دیر ہورہی ہے، وصول الی اللہ نصیب نہیں ہورہا ہے وہ کسی نہ کسی گناہ میں مبتلا ہیں۔ ذکر بھی کرتے ہیں لیکن ذکر سے جہاں نور پیدا ہوا پھر بدنظری کرکے یا کوئی گناہ کرکے اسے بجھادیا۔ مولانا رومی نے اس کی عجیب مثال دی ہے ایک حکایت ہے۔ دو چور ایک گھر میں داخل ہوئے۔ آٹھ سو سال پہلے کی حکایت بیان

فرمارہے ہیں جب دو چقماق پتھر کو آپس میں رگڑ کر اندھیرے میں روشنی کی جاتی تھی ۔ دونوں میں آپس میں یہ طے ہوا کہ ایک تو مال لوٹے گا اور دوسرا یہ کام کرے گا کہ مالک مکان جب روشنی کے لئے پتھر رگڑے گا تو تم اس روشنی پر انگلی رکھتے رہنا تاکہ روشنی نہ ہونے پائے اور مالک مکان دیکھنے نہ پائے ۔ چنانچہ مالک مکان کو شبہ ہوا کہ گھر میں چور آگئے ہیں اور چوری ہورہی ہے تو اس نے چقماق رگڑا کہ روشنی ہو تو دوسرے چور نے اس پر انگلی رکھ دی ۔ جب وہ پتھر کو رگڑ کر روشنی کرنا چاہتا تھا چور اس پر انگلی رکھ دیتا تھا اور روشنی بجھ جاتی تھی ۔ مولانا فرماتے ہیں کہ شیطان بھی اسی طرح بعضے سالکین کے نور پر انگلیاں رکھ رہا ہے ۔ جب سالک نے اللہ اللہ کیا ، تلاوت کی شیطان نے فوراً اس کی آنکھوں سے کسی عورت کو دکھادیا ،کسی لڑکے کے عشق میں مبتلا کردیا ، دل میں گندے خیالات میں مبتلا کردیا ۔ لہذا گناہوں کی وجہ سے اور مستقل نافرمانی کے سبب عمر گذر گئی اور یہ شخص صاحب نسبت نہ ہوسکا ۔ حالانکہ رات دن خانقاہوں میں ہے ، اولیاء اللہ کے جھرمٹ میں رہتا ہے ، ابدال اور اقطاب کے ساتھ رہتا ہے ذکر و تلاوت بھی کرتا ہے لیکن گناہوں سے نہیں بچتا اس لئے اس کا نور تام نہیں ہوتا اور یہ محروم رہ جاتا ہے ۔ لہذا جو شخص چاہے کہ اس کا نور تام ہوجائے اور وہ اللہ والا ہوجائے وہ گناہ سے ایسے بچے جیسے کسی خوبصورت سانپ سے بچتا ہے ۔

بزرگوں نے فرمایا کہ گناہ سے اس لئے بھی بچو کہ گناہ ہم کو محبوب حقیقی تعالیٰ شانہ سے دور کرتا ہے ۔ مولانا رومیؒ نے کتنے درد سے یہ دعا مانگی ہے کہ ؎

یار شب را روز مہجوری مدہ

جن کو اے اللہ آپ نے راتوں میں اپنی یاد کی توفیق دی ان کو جدائی کا دن نہ

دکھائیے یعنی رات میں جنہوں نے اللہ اللہ کیا تہجد پڑھی آپ کو یاد کیا اے اللہ دن میں ان کو گناہ سے بچائیے ۔ ایسا نہ ہو کہ دن میں ہم آپ کی عظمتوں کے خلاف اپنی بندگی کو استعمال کرلیں ، اپنی نگاہوں سے آپ کی مرضی کے خلاف دیکھ لیں ۔ کیونکہ عبادت اللہ تعالیٰ کی محبت کا حق ہے اور گناہ سے بچنا اللہ تعالیٰ کی عظمت کا حق ہے ۔ اللہ تعالیٰ کے دونوں حق ادا کرلیجئے اور ولی اللہ بن جائیے ۔

زبان پر کباب دل پر عذاب

۲۶ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۸ھ ۲۸ ستمبر ۱۹۹۷ء بروز اتوار بمقام
اسٹینگر (جنوبی افریقہ) برمکان عبدالقادر ڈیسائی صاحب ۔

ارشاد فرمایا کہ مزہ اور چیز ہے اور دل کا سکون اور چیز ہے ۔ ایک آدمی مزہ اڑا رہا ہے لیکن ضروری نہیں کہ اس کے قلب میں سکون بھی ہو ۔ منہ میں کباب قلب پر عذاب ۔ جس نے اللہ کو ناراض کررکھا ہے اس کے منہ میں کباب ہے ، مزہ آرہا ہے لیکن اللہ کے عذاب و قہر کی بارش سے دل پر عذاب ہورہا ہے ۔ اس سے بہتر یہ ہے کہ منہ میں سوکھی روٹی ہو لیکن دل میں چین و سکون ہو کہ مولیٰ راضی ہو ۔ گناہوں سے سکون نہیں مل سکتا ۔

بتوں کے عشق سے دنیا میں ہر عاشق ہوا پاگل
گناہوں سے سکوں پاتا تو کیوں پاگل کہا جاتا

کوئی مخلوق سے چھپ کر اللہ کو یاد کرے ، اس کی آہ وفغاں کو کسی نے سنا نہیں لیکن جب مخلوق میں نکلے گا تو اس کی آنکھوں سے اور اس کے چہرے سے پتہ

چل جائے گا کہ یہ اللہ کے سامنے رویا ہے اور اس کے دل میں نور ہے اور کوئی چھپ کر گناہ کرے. کسی نے دیکھا نہیں لیکن اس کی آنکھوں سے اور اس کے چہرہ کی بے رونقی سے اس کے دل کی بے چینی کی ترجمانی ہوجائے گی۔ گناہ گاروں کے چہرہ پر رونق نہیں ہوتی اور جو اللہ سے ڈرتا ہے اس کے چہرے پر نور ہوتا ہے، اس کی آنکھوں میں بھی نور ہوتا ہے۔

بدنظری۔ کبھی شفقت اور کبھی غضب کے رنگ میں

ارشاد فرمایا کہ نفس حسینوں سے نظر ملاتا ہے کبھی شانِ رحمت سے اور کبھی شانِ غضب سے مثلاً کوئی لڑکی مسکین ہے بے چاری یتیم ہوگئی اور رو رہی ہے تو جناب بھی رونے لگے مگر روتے ہوئے اشکبار آنکھوں سے اسے دیکھ بھی رہے ہیں۔ بصورتِ رحمت یہ بدنظری کا لعنتی کام کررہا ہے۔ اسی طرح کبھی غصہ اور غضب کی حالت میں بدنظری کرتا ہے مثلاً ہوائی جہاز میں ایر ہوسٹس سے جوس مانگا اور اس نے لانے میں دیر کردی یا کھانا اچھا نہیں ہے تو اسے ڈانٹ رہا ہے۔ غصہ سے آنکھیں بھی سرخ ہیں مگر اسے دیکھے بھی جارہا ہے ؎

وہ دیکھتا نہیں تھا مگر دیکھ رہا تھا

غصہ کررہا ہے لیکن بدنظری سے نفس اندر اندر مزہ لے رہا ہے۔ لہٰذا نفس سے ہوشیار رہئے اس کی چالوں میں نہ آئیے۔ غصہ ہو یا رحمت ہو کسی حال میں مت دیکھو۔ نفس کی چال سے وہی بچ سکتا ہے جس پر اللہ کی رحمت کا سایہ ہو۔

ماریشس

سفر جنوبی افریقہ کے آغاز سے پہلے ہی جناب عبدالعزیز سوجی صاحب ماریشس سے جنوبی افریقہ حضرت والا کو ماریشس کی دعوت دینے کے لئے تشریف لائے اور تقریباً پچیس دن ساتھ رہے حضرت والا نے ان کی دعوت کو قبول فرمایا اور ۳ اکتوبر ۹۰ء بروز جمعہ پونے نو بجے صبح جانسبرگ سے ماریشس کے لئے ہوائی جہاز سے روانگی ہوئی۔ جنوبی افریقہ سے سترہ افراد حضرت والا کے ہمراہ تھے جن میں حضرت مولانا عبدالحمید صاحب مہتمم دارالعلوم آزاد دل اور شیخ الحدیث مولانا فضل الرحمن صاحب، حضرت مولانا مفتی حسین بھیات صاحب، حضرت مولانا محمد گاردی صاحب خلیفہ حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا سلیمان گھانچی صاحب خلیفہ حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب بھی تھے۔ ماریشس پہنچنے کے بعد گیارہ افراد ری یونین سے ماریشس تشریف لائے۔

پاس انفاس

(۳ اکتوبر ۱۹۹۰ء بمقام ماریشس بروز ہفتہ بعد نماز فجر سمندر کے سامنے مکان کے وسیع برآمدے میں علماء کے محضر میں مندرجہ ذیل ارشادات فرمائے جو علوم عجیبہ اور مضامین نافعہ کے حامل ہیں یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔ جامع)

ارشاد فرمایا کہ پہلے بزرگوں نے جو ذکر پاس انفاس جاری کیا تھا کہ ہر سانس میں لا الٰہ الا اللہ نکلتا تھا وہ زمانہ قوت کا تھا اب اس زمانہ میں یہ پاس انفاس انفاس جائز نہیں۔ اب اگر کوئی ایسا کرے گا تو دماغ میں خشکی ہوکر پاگل

ہو جائے گا۔ پاس انفاس کی حقیقت کیا ہے؟ ہر سانس میں یہ خیال رہے کہ میری کوئی سانس اللہ پاک کی نافرمانی میں مصروف نہ ہو۔ یہ ہے اصلی پاس انفاس۔ پاس معنی خیال رکھنا، نگہبانی پاسبانی دیکھ بھال۔ کسی وقت اللہ سے غافل نہ ہو جیسے جہاز میں بیٹھے اور ایر ہوسٹس آئے تو یہ مراقبہ رکھو کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے اور میرا ہر لفظ نوٹ ہو رہا ہے ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید لفظ لفظ لکھا جا رہا ہے۔ بتایئے جس پر اتنی بڑی سی آئی ڈی لگی ہو کہ جو کچھ بول رہا ہے لکھا جا رہا ہے۔ ایر ہوسٹس سے جو کچھ بولو گے سب لکھا جائے گا اس لئے دیکھ بھال رکھو کہ میرے کسی لفظ میں نفس کی آمیزش تو نہیں ہے۔ اگر ان سے کچھ بات کرنی پڑے تو اس کا خیال رکھو کہ ان پر نظر نہ پڑنے پائے۔ یہ ناممکن ہے کہ ہم ان کو دیکھ کر کہیں کہ یہ لے آؤ وہ لے آؤ اور نفس حرام لذت چوری نہ کرے۔ اگر ایمان کی سلامتی چاہتے ہو اور اپنے تعلق مع اللہ اور کیفیت احسانی کی حفاظت چاہتے ہو تو نظر پر تالہ لگالو۔ بظاہر یہ مشکل ہے کہ بغیر دیکھے ہم کیسے بات کریں لیکن اگر آپ ارادہ کرلیں تو سب آسان ہو جاتا ہے۔ دنیاوی معاملہ میں تو بامراد ہونا مشکل ہے لیکن جس نے اللہ کا ارادہ کیا اس کو مراد ضرور ملتا ہے۔

عاشق کہ شد کہ یار بہ حالش نظر نہ کرد
اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست

جب سے زمین و آسمان قائم ہیں دنیا میں کوئی عاشق ایسا نہیں ہوا کہ اللہ نے اس پر نظر عنایت نہ فرمائی ہو۔ اے سردار تمہارے اندر اللہ کی محبت کا درد نہیں ہے وگرنہ طبیب موجود ہے۔ اللہ کا تعلق اور اللہ کو راضی رکھنا معمولی نعمت نہیں ہے۔ زمین و آسمان سے زیادہ قیمتی ہے چاند اور سورج سے زیادہ

قیمتی ہے۔ بادشاہت کے تخت و تاج سے زیادہ قیمتی ہے اتنی بڑی نعمت ہے کہ جتنی جان اس پر فدا کی جائے کم ہے۔ نظر نیچی کر کے بات کرو اچھا برا جو کچھ مل جائے کھا لو۔ تقویٰ کے حدود میں جو کھانا ملے کھا لو۔ بطن کے لئے باطن کو تباہ مت کرو۔ نفس کا مزاج چور ہے۔ یہ بہانے بنا کر نظر ڈال دیتا ہے اور لذت چرالیتا ہے۔ ہر وقت اس کی نگرانی کی ضرورت ہے۔ اصلی پاس انفاس یہ ہے

یہ سفر جو آپ نے کیا ہے کوئی افریقہ سے آیا ہے۔ کوئی ری یونین سے ۔کوئی پاکستان سے۔ بتائیے آپ کس لئے آئے ہیں؟ اللہ ہی کے لئے تو آئے ہیں لہذا یہ سبق سیکھ لیجئے کہ ایک لمحہ کے لئے حرام لذت قلب میں درآمد نہ ہونے پائے۔ میں وہی سکھا رہا ہوں جو میں نے اپنے بزرگوں سے سیکھا ہے اور بڑی مصیبت سے سیکھا ہے لیکن اللہ نے وہ مصائب آسان فرمادیے۔ میری خانقاہ میں ایسے لوگ بھی ہیں کہ اگر ان کو صبح چائے نہ ملے تو کہتے ہیں سر میں درد ہوگیا۔ آپ اندازہ لگائیے کہ جس نے اللہ کی محبت اس طرح سیکھی ہو کہ صبح سے ایک بجے تک بغیر ناشتہ کے رہا ہو اور ایک مہینہ دو مہینہ کے لئے نہیں تقریباً دس سال تک۔ شیخ کی ایسی محبت میرے دل کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی تھی کہ تمام مجاہدے آسان ہوگئے۔ اگر محبت نہ ہوتی تو بھاگ جاتا کہ یہ کیسی خانقاہ ہے جہاں پیٹ کا انتظام ہی نہیں لیکن جب شیخ کو ایک نظر دیکھتا تھا تو معلوم ہوتا تھا کہ حاصل کائنات مل گیا ؂

وہ اپنی ذات سے خود انجمن ہے
اگر صحرا میں ہے پھر بھی چمن ہے

حضرت شہر سے دور رہتے تھے مگر وہ گلستاں معلوم ہوتا تھا۔

تو ساری دنیا کی خانقاہوں میں جا کر پوچھیے کہ پاس انفاس کیا ہے؟ وہ یہی

کہیں گے کہ ہر سانس میں ذکر شامل ہو، سانس جب اندر جائے اور جب باہر آئے تو ذکر کے ساتھ ہو مگر تھانہ بھون کی خانقاہ کا اعلان ہے کہ اس زمانہ میں صحت اب ایسی نہیں ہے کہ کوئی اس کو کرسکے، دماغ میں خشکی بڑھ جائے گی، کچھ دن کے بعد نیند کم ہوجائے گی پھر غصہ آنے لگے گا، پھر بیوی بچوں سے لڑائی شروع ہوجائے گی، گاہکوں سے بھی لڑنے لگے گا۔ غیر شعوری طور پر یہ غیر معتدل ہوجائے گا اور اس کو معلوم بھی نہیں ہوگا کہ میں کہاں جارہا ہوں اور غیر معتدل انسان صاحب نسبت نہیں ہوسکتا لہٰذا ہر شیخ کو تھوڑا سا طبیب بھی ہونا چاہیے کہ مرید کی صحت کا محافظ ہوسکے۔

حکیم الامت مجدد زمانہ حضرت تھانوی فرماتے ہیں کہ اس زمانہ میں ذکر پاس انفاس مت کرو۔ سوال ہوتا ہے کہ پھر ہمارا ذکر کیسے ہو کہ ہر سانس اللہ کی یاد میں گذرے تو حکیم الامت کا ارشاد ہے کہ ہر سانس میں خیال رکھو کہ ہمارا کوئی سانس اللہ کی نافرمانی میں نہ گذرے۔ جس نے یہ کرلیا اس کو پاس انفاس حاصل ہوگیا۔ پاس انفاس کا ترجمہ دیکھ لیجئے پاس کے معنی ہیں پاسبانی حفاظت اور نگرانی اور انفاس جمع ہے نفس کی۔ جس کی ہر سانس پر نگرانی ہو کنٹرول ہو کہ میری کوئی سانس اللہ کی نافرمانی میں نہ گذرے یہ شخص حقیقی پاس انفاس کرنے والا ہے۔ یہ کتنا باوفا ہے کہ اپنی زندگی کے ہر نفس کو ہر سانس کو خالق انفاس پر فدا کرتا ہے اور اس خالق انفاس کو ناراض نہیں کرتا۔ سانس بنی پر بقاء حیات ہے۔ تو جو شخص اپنی بنیاد حیات کو، اساس حیات کو اور بقاء حیات کو خالق حیات پر فدا کررہا ہے اور ایک سانس کو اللہ کو ناراض نہیں کرتا اس سے بڑھ کر کون اپنے انفاس کا پاس کرنے والا ہوسکتا ہے۔ یہ شخص صدیق ہے، باوفا ہے، مبتلائے اخلاص و محبت ہے۔ اور جو شخص اللہ سے لیے

وفا ہے اور حسینوں سے باوفا ہے اور ان کے حسن سے حرام لذت لے رہا ہے اور ہر سانس میں ذکر بھی جاری ہے بتائیے یہ پاس انفاس کرنے والا ہے؟ یہ تو پاس نفس کررہا ہے۔ آج کل جاہل صوفیوں میں یہی پاس انفاس چل رہا ہے کہ زبان پر تو ہر سانس میں لا الٰہ ہے مگر آنکھیں الٰہ کو دیکھ رہی ہیں، دل میں انہیں کا تصور ہے یہ کوئی پاس انفاس ہے۔ حقیقی پاس انفاس وہ کررہا ہے جس کی زبان خاموش ہے لیکن ایک لمحہ کو غیر اللہ میں مشغول نہیں ہوتا۔ کسی حسین کو نہیں دیکھتا، دل میں بھی اس کے صرف اللہ ہے۔

آیت فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ کے لطائف عجیبہ

۳ اکتوبر ۱۹۹۷ء بروز ہفتہ بعد نمازِ فجر Albion Beach کے قریب درختوں کے درمیان بوقت سیر۔ جنوبی افریقہ کے علماء بھی ہمراہ تھے۔

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نام میں لذت رکھی ہے اور ہر شخص کے مجاہدہ اور قربانی کی مقدار کے مطابق لذت اپنے قرب کی عطا فرمائی۔ فرماتے ہیں فاذکرونی تم ہمیں یاد کرو ہماری اطاعت کے ساتھ اذکرکم ہم تمہیں یاد کریں گے اپنی عنایت کے ساتھ۔ جو لوگ عبادات مثبتہ یعنی ذکر و تلاوت و نوافل و عمرہ وغیرہ کا مزہ لیتے ہیں ان کی یہ عبادات ممزوج بالحلاوۃ ہیں، ممزوج بالعیش ہیں عبادت میں مزہ آرہا ہے، ان پر بھی اللہ تعالیٰ کی عنایت ہوگی کیونکہ فَاذْكُرُوْنِيْٓ پر اَذْكُرْكُمْ کا وعدہ ہے۔ لیکن عبادات منفیہ یعنی وہ عبادات جو مشقت و مجاہدہ کی ہیں یہاں فاذکرونی یہ ہے کہ جن چیزوں کو ہم نے حرام قرار دیا تو اپنی رغبت شدیدہ کے باوجود دل پر غم اٹھا کر میری فرماں برداری کرلو۔ جب کوئی حسین سامنے آجائے تو نظر بچالو۔ یہ عبادت ممزوج

بالالم ہے اس پر اللہ کی عنایت کماً اور کیفاً زیادہ ہوگی ۔ لہذا جو لوگ تقویٰ سے رہتے ہیں ، گناہوں سے بچ کر غم تقویٰ اٹھاتے ہیں ان کے قلب میں اللہ کی محبت کی مٹھاس ، ان کے درد دل اور قرب کا عالم کچھ اور ہوتا ہے جیسا تمہارا فاذکرونی ہوگا ویسا ہی میرا اذکرکم ہوگا ، جیسی تمہاری اطاعت ہوگی اسی کے بقدر میری عنایت تم پر ہوگی ۔ ذکر و نوافل تلاوت و عبادت سے جو تم نے ہمیں یاد کیا اس پر بھی ہم تمہیں جزا دیں گے اور اپنی عنایات سے تمہیں محروم نہیں کریں گے لیکن راستہ چلتے ان حسینوں سے ، ان مٹی کے نقش و نگار سے تم نے نظر بچا کر جو غم اٹھالیا ، مجھ کو راضی کرنے کے لئے اپنی خوشیوں کو آگ لگادی ، دل پر زخم کھایا یہاں ہمارا اذکرکم کچھ اور رنگ کا ہوگا ۔ نماز و تلاوت نفلی حج و عمرہ میں ہمارا اذکرکم تمہارے فاذکرونی کے مطابق تو ہے لیکن رغبت شدیدہ کے باوجود نظر بچا کر جو مجاہدہ شدیدہ اٹھاؤ گے تو ہمارے اذکرکم کی کیفیت کچھ اور ہوجائے گی ۔ تم نے میرے لئے غم اٹھایا یہ میرے راستہ کا غم ہے ، میرے راستہ کا کانٹا ہے لہذا ساری دنیا کی خوشیوں سے اور ساری دنیا کے پھولوں سے افضل ہے ۔ میرے راستہ میں اگر ایک کانٹا چبھ جائے تو یہ کانٹا اتنا قیمتی ہے کہ ساری دنیا کے پھول اگر اس کو گارڈ آف آنر اور سلامی پیش کریں تو اس کانٹے کی عظمت کا حق ادا نہیں ہوسکتا ۔ اگر میرے راستے میں دل کو ایک ذرہ غم پہنچ جائے تو یہ ذرۂ غم اتنا قیمتی ہے کہ اگر سارے عالم کی خوشیاں اس کو سلام احترامی پیش کریں تو اس ذرۂ غم کی عظمت کا حق ادا نہیں ہوسکتا ۔ ہر ایک کا فاذکرونی الگ ہے لہذا ہر ایک کے ساتھ میرا اذکرکم الگ ہے ، جیسے جس کے مجاہدات ، جتنی جس کی قربانی اسی کے مطابق میری عنایات و مہربانی ۔ جن کا ذکر ممزوج بالالم ہے ، جو لوگ اللہ کے راستہ میں غم

اٹھاتے ہیں۔ جہاز میں ایر ہوسٹسوں سے اور بازاروں میں حسینوں سے نظر بچاتے ہیں جن کی ہر سانس غمزدہ ہے۔ حسرت زدہ ہے۔ زخم زدہ ہے۔ جن کے قلب میں دریائے خون بہہ رہا ہے۔ یہ کوئی معمولی مجاہدہ نہیں ہے ان کا انعام اذکرکم اللہ تعالیٰ کی عنایات خاصہ بھلا ان پر عظیم الشان نہ ہوں گی؟ بھلا ان کے برابر کیسے ہوسکتی ہیں جن کے پاؤں میں کبھی ایک کانٹا بھی نہیں چبھا۔ اللہ تعالیٰ ارحم الراحمین ہیں جو جتنی زیادہ قربانی پیش کرتا ہے اس کو اتنی ہی عظیم الشان عنایات خاصہ سے نوازتے ہیں۔

جتنی جس کی قربانی
اتنی ہی میری مہربانی
پھر تو ہے لذت روحانی
قرب کا شربت لاثانی

اصلی مرید کون ہے؟

۴ اکتوبر ۱۹۹۶ء بروز ہفتہ ۱۲ بجے دوپہر Albion Beach ماریشس کے ساحل سمندر کی قیام گاہ پر

ارشاد فرمایا کہ اصلی مرید کون ہے؟ اصلی عاشق کون ہے؟ اللہ کا اصلی باوفا بندہ کون ہے؟ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں یریدون وجھہ میرے خاص بندے جو فیضان نبوت سے مالا مال ہیں ان کی شان یہ ہے کہ ان کے قلب میں ہر وقت میں ان کا مراد رہتا ہوں اور وہ ہر وقت میرے مرید رہتے ہیں۔ ان کا ہر لمحہ حیات میرا مرید ہے اور ہر لمحہ حیات میں میں ان کا مراد ہوں۔ ان کی ہر سانس میری فرماں برداری میں مشغول اور میری نافرمانی سے محفوظ

ہے جس کی برکت سے یریدون وجهه کے دائرہ سے ان کا خروج نہیں ہوتا پس اصلی مرید وہ ہے جو ہر وقت اللہ تعالیٰ کی ذات کو اپنے قلب میں مراد بنائے اور اللہ کی خوشنودی کو ڈھونڈتا پھرتا ہو یبتغون فضلاً من اللّٰہ و رضواناً ۔ من اللہ کی قید ہے یعنی جو فضل اللہ کی جانب سے ہے اس کو ڈھونڈتا ہے، جو دنیا والوں کی مہربانی ڈھونڈتا ہے وہ اس میں شامل نہیں ہے و رضوانا اور اللہ کی خوشی کو ڈھونڈتا رہتا ہے ۔ جو اتنا اہتمام کرے گا کہ ہر وقت اللہ کی رضا اور خوشی کو تلاش کرتا ہے تو اس کا قضیہ عکس کرلو یعنی جس بات سے اللہ ناراض ہوتا ہے اس سے بھی جان کی بازی لگا کر بچے گا، جو عاشق خوشنودی ہوگا وہ محبوب کی ناخوشی سے بچنے کی کوشش نہیں کرے گا؟ اہل وفا وہ ہے جس کے قلب میں ہر وقت اللہ تعالیٰ کی ذات مراد ہو ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یریدون وجهه اے دنیا والو سن لو کہ بہ طفیل فیضان صحبت نبوت صحابہ کی کیا شان ہے کہ ان کے قلب میں ہر وقت میں مراد ہوں چاہے وہ گھر میں ہوں یا بازاروں میں چل پھر رہے ہوں ہر وقت میں ان کے دل میں مراد رہتا ہوں کھاتے ہیں میرے لئے، چلتے ہیں میرے لئے، دیکھتے ہیں میرے لئے، جیتے ہیں میرے لئے، مرتے ہیں میرے لئے ان کی ہر حرکت و سکون میں میں ان کے دل میں مراد ہوں ۔

پس اصلی مرید وہ ہے جو ہر وقت حالاً و استقبالاً اللہ کا ارادہ کرنے والا ہے ۔ یریدون وجهه مضارع ہے جس میں حال و استقبال دونوں زمانہ ہوتا ہے ۔ کیا مطلب ہوا کہ وہ حال میں بھی اللہ کے وفادار ہیں، ایک لمحہ کے لئے بھی دائرۂ وفاداری سے خارج نہیں ہوتے اور آئندہ کے لئے بھی دل میں وفاداری کا عزم مصمم رکھتے ہیں ۔ یہ اہل وفا ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے مرید

ہیں یریدون وجہہ کے صحیح مصداق ہیں۔ عاشق وہی ہے جو یہ عزم مصمم رکھتا ہو کہ مرجاؤں گا لیکن اپنے مالک کو ناراض نہیں کروں گا۔ اگر حسینوں کو نہ دیکھنے سے، گناہ نہ کرنے سے جان بھی چلی جائے گی تو میں ایسی موت کو لبیک کہوں گا۔"

جان دے دی میں نے ان کے نام پر
عشق نے سوچا نہ کچھ انجام پر

اب اگر کوئی کہے کہ عشق سوچتا کیوں نہیں ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ کیوں سوچے جبکہ اللہ تعالیٰ نے بشارت دے دی کہ والعاقبۃ للمتقین اللہ تعالیٰ نے تو انجام اپنے عشاق کے ہاتھ میں دے دیا کہ جو تقویٰ سے رہتے ہیں ان کا انجام اچھا ہو گا۔ لہذا ہمیں سوچنے کی کیا ضرورت ہے۔ ہم اپنے اللہ کی اس بشارت پر ایمان لاکر اللہ پر فدا ہوتے ہیں۔

آج اس سمندر کے کنارے اس آیت کے متعلق اللہ تعالیٰ ایک عظیم الشان علم عطا فرما رہے ہیں۔ یریدون وجہہ میں اللہ تعالیٰ اپنے عاشقوں کی شان بیان فرمارہے ہیں کہ حالاً و استقبالاً یعنی ہر وقت مجھے اپنا مراد رکھتے ہیں۔ یہ عاشقوں کا حال بیان ہورہا ہے جو ان کے ذوالحال کے لئے قید ہے کہ ہر وقت یہ میرے عشق و محبت میں مقید ہیں۔ یہ ایسے مقید ہیں جو اس قید سے آزاد نہیں ہونا چاہتے۔"

پابند محبت کبھی آزاد نہیں ہے
اس قید کی اے دل کوئی میعاد نہیں ہے

مگر اس کی میعاد ہے اور وہ وَاعۡبُدۡ رَبَّكَ حَتّٰى يَاۡتِيَكَ الۡيَـقِيۡنُ ہے۔ جب موت

آ گئی پھر چھٹی۔ پھر مجاہدۂ بندگی ختم۔ اس کے بعد عاشقوں کے مزے ہی مزے ہیں لیکن اس سے پہلے وہ ایک لمحہ کے لئے بھی اللہ کے دائرۂ محبت سے نکلنا نہیں چاہتے۔ اگر کوئی حسین شکل سامنے آئے تو سمجھتے ہیں کہ میں اللہ کی ذات کا مرید ہوں، میرے دل کی مراد اللہ ہے، اگر اس شکل کو دیکھوں گا تو غیر اللہ کا مرید ہوجاؤں گا۔ پھر اللہ کا مرید کہاں رہا۔ جب کوئی صوفی کوئی سالک کوئی مولوی سڑکوں پر کسی حسین کو یا حسینہ کو دیکھتا ہے، میں یہ نہیں کہتا کہ ہمیشہ دیکھتا ہے بلکہ اگر ایک لمحہ کے لئے کبھی گوشۂ چشم سے ادھر ادھر نظر مار دیتا ہے اور میرے اس شعر کو بھول جاتا ہے کہ ؎

گوشۂ چشم سے بھی ان کو نہ دیکھا کرنا

تو اس وقت جب اس کی نظر غیر اللہ پر پڑ رہی ہے اور حرام لذت کا ایک ذرہ جس وقت وہ دل میں درآمد کررہا ہے اور ایک لمحہ کے لئے حسن کا حرام نمک چرارہا ہے اسی وقت وہ یریدون وجهه کے دائرۂ اہل وفا سے خارج ہوگیا۔ اس وقت اس کے قلب میں اللہ مراد نہیں اور ایک لمحہ کے لئے اللہ جس کا مراد نہ ہو اور ایک لمحہ کے لئے جو غیر اللہ میں مشغول ہو وہ اللہ کا مرید نہیں اس ظالم کو پتہ بھی نہیں کہ اللہ کے وفادار عاشقوں سے اس کا خروج ہوگیا۔

تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنے عاشقوں کی شان بیان فرمائی یدعون ربهم بالغداوة والعشی یریدون وجهه میرے خاص بندے مجھے یاد کرتے ہیں اور بہ انداز عاشقانہ یاد کرتے ہیں یدعون کے بعد ربهم کا نزول بتارہا ہے کہ میرے عشاق اپنے پالنے والے کا ذکر محبت کی آمیزش کے ساتھ کرتے ہیں جیسے ماں باپ کا ذکر بچے محبت سے کرتے ہیں کیونکہ پالنے والے سے محبت ہوتی ہے۔ یہاں لفظ رب کا نزول معانی کے اعتبار سے کوزہ میں

سمندر کا مصداق ہے ۔ اس جملہ خبریہ میں انشائیہ پوشیدہ ہے کہ اپنے رب کو محبت سے یاد کرو ۔

اور یدعون ربھم میں محبت کی بجلی کا مثبت تار لگادیا کہ ہمارا ذکر و عبادت کرو ۔ اور یریدون وجھہ میں منفی تار لگادیا کہ ہماری رضا کا ارادہ کرو جس میں ہماری ناراضگی و ناخوشی کے کاموں سے بچنا شامل ہے تاکہ ان دو تاروں سے مل کر ہمارے بندوں کے دلوں میں ایمان کا معمولی چراغ نہیں ایمان کا آفتاب روشن ہوجائے ۔ اللہ کے عاشقین کو معمولی چراغ نہیں ملتا ان کو خالق آفتاب • خالق ماہتاب ملتا ہے ۔ سورج اور چاند کی روشنی ان کو لوڈ شیڈنگ معلوم ہوتی ہے ۔

اور یریدون وجھہ کا جملہ خبریہ بھی جملہ انشائیہ رکھتا ہے ۔ کوئی حسین اگر اپنے عاشقوں کی علامت جملہ خبریہ سے بیان کرے تو دوسرے عاشقوں کو اس میں جملہ انشائیہ ملے گا یا نہیں؟ پس یریدون وجھہ میں اشارہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کو حالاً و استقبالاً اپنا مراد بنائیں • کوئی کام ایسا نہ کریں جس سے اللہ تعالیٰ ناخوش ہوں چاہے اس کام سے ہمیں کتنی ہی خوشی ملتی ہو ۔ اگر ایک کروڑ فرینک کا فائدہ ہو لیکن اس میں اللہ کی نافرمانی کرنی پڑتی ہو تو ایک کروڑ فرینک پر لات ماردو • اس ایک کروڑ فرینک پر پیشاب کرنا بھی اپنی توہین سمجھو ۔ پس ہم سب اس کو خوب سمجھ لیں کہ جس لمحہ ہماری آنکھیں • ہماری زبان ہمارے کان اللہ کی کسی نافرمانی اور ناخوشی میں مبتلا ہیں اس وقت ہم یریدون وجھہ نہیں ہیں • اس لمحہ ہم اللہ سے نامراد اور غیر اللہ سے بامراد ہیں اور غیر کا کنکشن اور رابطہ مغضوب اور ضالین سے ہے اور ایسے شخص کو غضب الٰہی سے پالا پڑے گا اور وہ گمراہ ہوجائے گا اس لئے ہم عہد کریں کہ اے اللہ آپ کو چھوڑ کر ہم

غیروں سے دل نہیں لگائیں گے کیونکہ ؎

آپ آپ ہیں آپ سب کچھ ہیں
غیر غیر ہے غیر کچھ بھی نہیں

یہی لوگ اولیاء صدیقین ہیں جو ہر وقت ہر سانس قلباً و قالباً اللہ تعالیٰ کو اپنا مراد رکھتے ہیں۔ قلب میں مراد رکھتے ہیں اور قالب سے ثبوت پیش کرتے ہیں کہ ہم اللہ کے ہیں غیر کے نہیں ہیں، یہ ایک لمحہ کے لئے بھی غیروں کو نہیں دیکھتے اور غیروں سے اپنے کو بچانے میں جان کی بازی لگا دیتے ہیں۔ جو اپنے دل کو حرام خوشیوں سے نامراد کرتا ہے اللہ اسی کے دل میں مراد بنتا ہے۔ میرے ایک شعر کا مصرع ہے ؎

دل نامراد ہی میں وہ مراد بن کے آئے

شیطان اور نفس کا فرق

۶ جمادی الثانی ۱۴۱۸ھ مطابق ۹ اکتوبر ۱۹۹۷ء بروز جمعرات بمقام مسجد اشرف سندھ بلوچ سوسائٹی کراچی صبح ۲۵:۴، مولانا محمد گاردی صاحب اور مفتی حسین بھیات صاحب بھی موجود تھے جو جنوبی افریقہ سے حضرت والا کے ساتھ کراچی آئے تھے۔

مولانا محمد گاردی صاحب خلیفہ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے سوال کیا کہ نفس اور شیطان میں کیا فرق ہے؟

ارشاد فرمایا کہ نفس اور شیطان یہ ہمارے دو دشمن ہیں اور دونوں کی دشمنی منصوص ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اِنَّ اَعْدَاءَ عَدُوِّكَ فِیْ جَنْبَیْكَ لیکن دونوں میں کیا فرق ہے؟ شیطان وہ دشمن ہے جو شقی ازلی اور

مردود دائمی ہے، یہ کبھی ولی نہیں ہوسکتا اور شیطان خارجی دشمن ہے نفس داخلی دشمن ہے۔ شیطان خارج سے دل میں گناہ کا وسوسہ ڈال کر چلا جاتا ہے پھر داخلی دشمن بار بار گناہ کا تقاضا کرتا ہے۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے شیطانی وسوسہ اور نفسانی وسوسہ میں یہی فرق بتایا ہے کہ اگر ایک بار گناہ کا وسوسہ آئے تو یہ شیطان کی طرف سے ہے اور اگر بار بار گناہ کا تقاضا ہو تو سمجھ لو کہ یہ نفس ہے اور دوسرا فرق یہ ہے کہ چونکہ شیطان مردود ازلی ہے اس کی دشمنی بھی دائمی ہے اور نفس کی دشمنی عارضی ہے اگر اس کی تہذیب و تزکیہ و اصلاح کرلی جائے تو یہ ولی بھی ہوجاتا ہے۔ پھر یہ امارہ سے لوامہ اور لوامہ سے مطمئنہ اور پھر راضیہ اور مرضیہ ہوجاتا ہے کما قال اللہ تعالیٰ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ و قال تعالیٰ وَ لَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ و قال تعالیٰ یٰٓاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً نفس میں حصولِ ولایت کی صلاحیت ہے اور شیطان اس صلاحیت سے محروم ہے، یہ کبھی ولی نہیں ہوسکتا۔

یہ فرق زندگی میں پہلی بار بیان کیا اس سے پہلے کبھی دل میں یہ بات نہیں آئی۔ یہ میرے بزرگوں کی کرامت ہے جن کی اختر نے غلامی کی ہے کہ ہر وقت نئے نئے علوم عطا ہورہے ہیں۔ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب فرماتے ہیں ؎

جو آسکتا نہیں وہم و گماں میں
اسے کیا پاسکیں لفظ و معانی
کسی نے اپنے بے پایاں کرم سے
مجھے خود کردیا روح المعانی

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے مجھے مفسر نہیں بلکہ سراپا تفسیر بنادیا۔ اس شعر کی یہ تشریح بھی عجیب ہے جو اگر اللہ کا کرم نہ ہو تو ذہن میں نہیں آسکتی۔

منکر سے بچنے کی ترغیب اور اس کی مثال

ارشاد فرمایا کہ گناہ کو اللہ تعالیٰ نے منکر فرمایا۔ منکر کے معنی ہیں اجنبی غیر معروف جس سے جان پہچان نہ ہو اور ہر نیک عمل کو معروف فرمایا یعنی نیکیاں تمہاری جان پہچان کی چیز ہیں۔ جان پہچان والے سے وحشت اور گھبراہٹ نہیں ہوتی اور اجنبی سے وحشت ہوتی ہے چنانچہ جب آدمی پہلی بار گناہ کرتا ہے تو پسینہ آجاتا ہے اور سخت وحشت ہوتی ہے اور نیک اعمال کیونکہ معروف ہیں کوئی اجنبی چیز نہیں۔ ان سے تمہاری جان پہچان ہے۔ لہذا نیک عمل کرنے سے کبھی وحشت نہیں ہوتی بلکہ اور اطمینان و خوشی حاصل ہوتی ہے اس لئے جن سے جان پہچان ہے ان کو اختیار کرو اور منکر۔ اجنبی اور غیر معروف چیزوں کے پاس کیوں جاتے ہو۔ دیکھئے دنیوی دولتمند جس کی جیب میں مال ہو اس کے پاس اگر کوئی اجنبی شخص آجائے تو گھبراتا ہے کہ کہیں یہ میری جیب نہ کاٹ لے تو جب دنیوی دولت مند اجنبی کو پاس نہیں آنے دیتے تو تعجب ہے کہ جن کے پاس ایمان کی دولت ہے وہ کیسے منکر کو پاس آنے دیتے ہیں لہذا ہشیار ہوجاؤ۔ منکر سے دور رہو ورنہ ایمان کی دولت چھن جانے کا خطرہ ہے۔

بُرائی کا تھرمامیٹر اور نفس کا ایک عجیب علاج

ارشاد فرمایا کہ یہ کیسے معلوم ہو کہ کون سا کام اچھا ہے اور کون سا کام بُرا ہے۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ایک ایسا تھرمامیٹر عطا فرمایا کہ اگر آپ کو یہ معلوم بھی نہ ہو کہ یہ کام گناہ ہے یا نہیں تو اس تھرمامیٹر پر جانچنے سے خود معلوم ہوجائے گا کہ یہ کام صحیح ہے یا نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں الاثم ما حاك فی صدرك گناہ وہ ہے کہ جس سے تمہارے دل میں کھٹک پیدا ہوجائے کہ نہ معلوم یہ کیا ہے؟ آہ یہ کام میں نے کیوں کیا اور دوسری علامت یہ بیان فرمائی وکرھت ان یطلع علیہ الناس اور یہ بات اس کو بہت مکروہ اور ناگوار ہو کہ لوگ اس کی اس حرکت سے مطلع ہوں۔ لہٰذا جس بات سے دل میں کھٹک ہو اور لوگوں سے اس بات کو چھپانا چاہے۔ لوگوں کا اس پر مطلع ہونا دل کو سخت ناگوار ہو تو سمجھ لو کہ یہ گناہ ہے۔
اگر آپ نے عمرہ کیا اور کسی نے دیکھ لیا تو آپ کو ناگوار نہیں ہوتا بلکہ آپ شکر ادا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میرے عیبوں کو چھپا لیا اور نیکیوں کو ظاہر کردیا۔ اگر آپ کا حج کو دل چاہ رہا ہے تو آپ دوسروں کے سامنے کہہ سکتے ہیں کہ ہمارا حج کو دل چاہ رہا ہے۔ تلاوت کو دل چاہ رہا ہے تو دوستوں سے کہہ سکتے ہیں کہ آج کل ہمارا تلاوت کو بہت دل چاہ رہا ہے۔ کوئی بھی نیک کام ہو آپ دوسروں کے سامنے اس کو ظاہر کرسکتے ہیں اس میں آپ کو کوئی شرم یا ناگواری نہیں ہوگی لیکن اگر دل میں گناہ کا تقاضا پیدا ہوا تو کیا اپنے شریف دوستوں سے ظاہر کرسکتے ہو کہ دوستو آج میرا دل فلاں لڑکی یا فلاں لڑکے کو

دیکھنے کو چاہ رہا ہے۔ بدفعلی تو درکنار صرف خواہش کی اطلاع کے خیال سے بھی سخت ناگواری اور کراہت ہوگی۔ لہٰذا جب نفس بار بار کسی گناہ کا تقاضا کرے تو اس سے کہو کہ اے نفس کیا میں اپنے دوستوں سے اس بات کا اظہار کرسکتا ہوں؟ تو نفس کہے گا کہ نہیں نہیں ہرگز اطلاع نہ کرو بس چپکے سے یہ کام کرلو۔ تو پھر نفس کو ڈانٹ کر کہو کہ اے خبیث میں ابھی اعلان کرتا ہوں پھر تو نفس ہاتھ جوڑے گا کہ خدا کے لئے کسی سے نہ کہو، میری توبہ بھلی اب کبھی اس کام کو نہ کہوں گا کیونکہ نفس جانتا ہے کہ اگر لوگوں کو اطلاع ہوگئی تو جو لوگ حضرت حضرت کہہ رہے ہیں اور پلاؤ بریانی کھلا رہے ہیں وہ کہیں گے کہ یہ صوفی نہیں ہے نہایت خبیث بدمعاش ہے اس کو دس جوتے لگاؤ کہ شکل بایزید بسطامی کی اور کرتا ہے کار یزید۔ نفس کے تقاضوں کو توڑنے کے لئے یہ نہایت مفید تدبیر ہے۔

صلہ رحمی کے متعلق اہم نصیحت

۲۶ جمادی الثانی ۱۴۱۸ھ مطابق ۲۲ اکتوبر ۹۷ء بروز ہفتہ قبیل عشاء ساڑھے سات بجے احقر کو خانقاہ سے اپنے حجرہ میں طلب فرماکر حضرت والا نے یہ ملفوظ ارشاد فرمایا کہ:

اگر کسی رشتہ دار سے کوئی بے وفائی ہوجائے یا اس سے کوئی تکلیف پہنچ جائے تو بغیر اس کے معافی مانگے اس کو معاف کردو کیونکہ اگر آپ نے اس کو لال پیلی آنکھیں دکھائیں کہ ہم نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا اور آپ نے ہمارے ساتھ یہ بدسلوکی کی تو وہ یا تو ندامت سے محجوب ہوکر بھاگ جائے گا یا غصہ اور تکبر سے اور اکڑ جائے گا کہ ذرا سا احسان کیا کردیا کہ میرے اوپر رعب جمارہے ہیں لہٰذا یا ندامت سے بھاگے گا، یا غصہ سے بھاگے گا یا تکبر

سے بھاگے گا اور تینوں صورتوں میں قطع رحمی ہوجائے گی اور ہمیں حکم ہے کہ صل من قطعك جو رشتہ دار تم سے توڑے تو اس سے جوڑے رہو۔ لہذا مریدین کی اصلاح کا طریقہ اور ہے، رشتہ داروں کا اور ہے۔ مرید کو ڈانٹ ڈپٹ کرو تو بے چارہ روتے روتے بے حال ہوجائے گا لیکن رشتہ دار کہاں معافی مانگتے ہیں۔ ان کو مرید کی طرح محبت تھوڑی ہوتی ہے لہذا ان کا سبق حضرت یوسف علیہ السلام سے حاصل کرو کہ جب ان کو بادشاہت مل گئی اور ان کے بھائی قحط کی وجہ سے ان سے غلہ مانگنے آئے اور ان بھائیوں کو خبر نہیں تھی کہ یہی حضرت یوسف علیہ السلام ہیں ۔ پورا قصہ سورۃ یوسف میں ہے۔ بہر حال جب ان پر ظاہر ہوگیا کہ یہی یوسف علیہ السلام ہیں جن کو ہم نے کنویں میں ڈال دیا تھا تو ان کو سخت شرمندگی ہوئی لیکن حضرت یوسف علیہ السلام نے کیا فرمایا لا تثریب علیکم الیوم آج کے دن تم پر کوئی الزام نہیں اور جو تم نے کنویں میں ڈالا وہ تمہاری غلطی نہیں تھی، شیطان نے ہمارے تمہارے درمیان گڑبڑ کردی تھی ۔ لہذا بھائیوں کو ان کی بدسلوکی یاد دلا کر محجوب بھی نہیں کیا اور ان کی خطا کو شیطان پر ڈال دیا تاکہ میرے بھائیوں کی آنکھیں مجھ سے مل سکیں اور وہ شرمندہ نہ ہوجائیں۔

اس سے یہ سبق ملا کہ رشتہ دار اگر ستادیں تو ان کی معافی مانگنے کا انتظار نہ کرو، بغیر معافی مانگے ان کو معاف کردو اور ان کو محجوب و شرمندہ بھی نہ کرو ورنہ قطع رحمی کا خطرہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ جنت میں اس کے لئے اونچے اونچے محل بنائے جائیں اور اس کے درجات بلند کردیئے جائیں فلیعف عمن ظلمہ اس کو چاہیئے کہ جو اس پر ظلم کرے اس کو معــاف کردے و یعط من حرمہ اور جو اس کو محروم کرے اس کو عطا

کرے و یصل من قطعہ اور قطع رحمی کرنے والے کے ساتھ صلہ رحمی کرے یعنی جو خون کے رشتہ کو کاٹنا چاہے، قطع تعلق کرنا چاہے یہ نہ کاٹے اسے جوڑے رکھے۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کا ایر کنڈیشن

ارشاد فرمایا کہ ایر کنڈیشن کے دو کام ہیں نمبر (۱) گرمی کو باہر پھینکنا اور نمبر (۲) کمرہ میں ٹھنڈک پیدا کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے لا الٰہ الا اللہ کا جو ایر کنڈیشن ہمیں عطا فرمایا ہے اس کے بھی دو کام ہیں کہ لا الٰہ سے غیر اللہ کی گرمی کو قلب سے باہر پھینکنا اور گرمی کے ساتھ اندھیروں کو بھی نکالنا۔ اس کے بعد پھر الا اللہ سے قلب میں ٹھنڈک بھی عطا ہوتی ہے اور نور اور اجالا بھی پیدا ہوتا ہے پس جو لا الٰہ سے گرمی کو قلب سے باہر نہیں پھینکے گا اس کا قلب الا اللہ سے ٹھنڈا نہیں ہوگا۔ آج کل اکثر لوگ لا الٰہ کی ضرب تو پھسپھسی لگاتے ہیں اور الا اللہ کی ضرب زور سے لگاتے ہیں یعنی غیر اللہ سے بچنے کا مجاہدہ و مشقت کم اٹھاتے ہیں اور ذکر و عبادت کا خوب اہتمام کرتے ہیں لیکن اس ہمت چوری سے وہ صاحب نسبت نہیں ہورہے ہیں کیونکہ اللہ کی دوستی کی بنیاد کثرت ذکر پر نہیں، صرف گناہ چھوڑنے پر ہے۔ ایک شخص ایک لاکھ ذکر اللہ اور ہر سال حج و عمرہ کرتا ہے لیکن سڑکوں پر کسی کالی گوری کو نہیں چھوڑتا، بدنگاہی کرتا ہے یہ شخص اللہ کا ولی نہیں ہے۔ اگر یہ اللہ کا ولی ہوتا تو ان لیلاؤں کو کبھی نہ دیکھتا۔ مولیٰ کو پانے والا لیلیٰ چور نہیں ہوتا، سورج کو پانے والا ستارہ چور نہیں ہوسکتا جس طرح اگر دنیوی بادشاہ اور سلطان کے بارے میں

یہ خبر آئے کہ اس نے ایک سبزی والے کے ٹھیلہ سے ایک آلو چرالیا تو اس کا کوئی یقین نہیں کرے گا کیونکہ ایک بادشاہ جو کروڑوں کی سلطنت رکھتا ہے آلو چور نہیں ہوسکتا اسی طرح وہ مولیٰ اور خالق نمکیات لیلائے کائنات جس کے دل میں ہوگا وہ لیلیٰ چور نہیں ہوسکتا کیونکہ دنیوی حسن کی اس کے دل میں کوئی وقعت نہیں رہتی۔

ایک صاحب نے مجھ سے سوال کیا کہ ہمارا الا اللہ کیسے تگڑا ہو۔ اس کا کیا طریقہ ہے؟ میں نے کہا کہ جتنا آپ کا لا الٰہ تگڑا ہوگا اتنا ہی الا اللہ تگڑا ہوگا۔ غیر اللہ سے دل جتنا پاک ہوگا اتنا ہی اللہ کی تجلی سے معمور ہوگا۔ پس غیر اللہ سے جان چھڑانے میں جان لڑادو۔ حسینوں سے بچنے میں جتنا غم اٹھاؤ گے اور اس غم سے جتنا دل شکستہ ہوگا اتنا ہی الا اللہ کی تجلی دل کے ذرّہ ذرّہ میں نفوذ کرجائے گی۔ مثبت ذکر یعنی عبادات نافلہ کا حکم اسی لئے دیا گیا کہ جس وقت گناہ سے بچنے میں حسینوں سے نظر بچانے سے دل ٹکڑے ٹکڑے ہوگا اس وقت وہ نور ذکر دل کے ذرہ ذرہ میں اتر جائے گا لہٰذا جو چاہتا ہے کہ الا اللہ سے اس کا دل معمور ہوجائے وہ لا الٰہ سے نجات حاصل کرے ورنہ قلب میں حسینوں کا نمک حرام ہو اور اللہ کا سلام و پیام ہو! ناممکن ہے۔ نافرمانی اور نسبت مع اللہ جمع نہیں ہوسکتے۔

پیغمبروں کو اندھے پن سے محفوظ رکھنے کا ایک عجیب راز

ارشاد فرمایا کہ حدیث پاک میں ہے کہ جس مومن کی آنکھوں میں روشنی نہ ہو تو اللہ تعالیٰ آنکھوں کے بدلہ میں اس کو جنت عطا فرمائیں گے

لیکن اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو اندھا نہیں پیدا کیا اور نہ بعد میں اس کو اندھا ہونے دیا ۔ اس کا راز اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں عطا فرمایا کہ صحابیت کے لئے دو شرطیں ہیں ۔ (۱) یا تو امتی نبی کو دیکھے اور اگر (۲) حالت ایمان میں اُمتی نابینا ہے تو نبی اس کو دیکھ لے تو وہ صحابی ہوجائے گا پس اگر اُمتی بھی نابینا اور نبی بھی نابینا ہوتا تو نابینا اُمتی صحابی کیسے ہوتا ۔ لہذا اگر نبی نابینا ہوتا تو نگاہ نبوت سے محروم ہونے کی وجہ سے ایک نابینا بھی صحابی نہ ہوسکتا تھا ۔ جب کہ حضرت عبداللہ ابن مکتوم اور کتنے صحابہ جو نابینا تھے صحابی ہیں کیونکہ آپ کی نگاہ نبوت نے ان کو دیکھ لیا ۔

وراثت میں لڑکی کو ایک حصہ اور لڑکے کو دو حصے ملنے کا راز

ارشاد فرمایا کہ وراثت میں لڑکی کا ایک حصہ اور لڑکے کے دو حصے کیوں ہیں اس کا راز بھی اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا کہ چونکہ لڑکی کا روٹی کپڑا مکان شوہر کے ذمہ ہے اور لڑکے پر ڈبل ذمہ داری ہے اپنے روٹی کپڑا مکان کی بھی فکر اور بیوی کے روٹی کپڑے مکان کی بھی فکر ۔ لہذا ڈبل فکر والے کو اللہ میاں نے ڈبل حصہ عطا فرمایا اور لڑکی کا ایک حصہ رکھا کہ اس کے روٹی کپڑے مکان کی ذمہ داری اگرچہ شوہر پر ہے لیکن بعض معاملات میں شوہر سے پیسہ مانگنے میں اسے غیرت آتی ہے ۔مثلاً اس کے بھانجے بھتیجے اور رشتہ دار آگئے تو شوہر کا پیسہ ان پر خرچ کرتے ہوئے اسے شرم آتی ہے کہ میرا شوہر کہے گا کہ اپنے رشتہ داروں پر میرا پیسہ خرچ کرتی ہے لہذا اس کو بھی ایک حصہ دے دیا کہ اس کی جیب بھی گرم رہے اور باعزت رہے ۔

بڑے بڑے علماء جو وراثت پڑھا رہے ہیں انہوں نے کہا کہ یہ بات نہ ہم نے کسی کتاب میں دیکھی نہ کسی سے سنی۔

نور ذکر نار شہوت کو مغلوب کرتا ہے

ارشاد فرمایا کہ گناہ کے تقاضوں کی آگ اللہ کے نور ذکر سے بجھے گی گناہ کرنے سے یہ آگ اور بڑھے گی کیونکہ گناہ کا مرکز دوزخ ہے اسی لئے گنہگاروں کو دوزخ میں ڈالا جائے گا اگر بلا توبہ مرے۔ لہذا نار شہوت یعنی گناہوں کے تقاضوں کی آگ گناہ کرنے سے کم نہیں ہوگی، بدنظری سے اور حسینوں سے لپٹنے چپٹنے سے یہ آگ اور بڑھے گی لہذا ان تقاضوں کو اگر کم کرنا چاہتے ہو تو اللہ کا ذکر کرو۔ نار کا علاج نور ہے۔ نار کا علاج نار نہیں ہے کہ آگ میں اور آگ ڈالو۔ مولانا رومی فرماتے ہیں ؂

نار شہوت چہ کشد نور خدا

نور ابراهیم را ساز اوستا

نور ابراهیم علیہ السلام نے نار نمرود کو بجھا دیا اور نار نمرود نور ابراهیم علیہ السلام کو نہ بجھا سکی۔ لہذا اللہ کے نور پر مخلوق کی طاقت کیسے اثرانداز ہو سکتی ہے۔ اللہ کے نور میں وہ طاقت ہے جو نار شہوت کو بجھا دے گی اس لئے جو لوگ اللہ والے، صاحب نسبت اور صاحب نور ہوگئے تو ان کے نفس کے سابقہ تقاضائے شہوت ان کے نور پر اثرانداز نہ ہوسکے بلکہ اللہ والوں کے نور نے ان کی نار شہوت کو ایسا دبایا کہ وہ خود بھی اور زیادہ قوی النور ہوگئے اور ان کے پاس بیٹھنے والے بھی صاحب نور اور اللہ والے ہوگئے اور ان کی نار شہوت بھی

نور سے مغلوب ہو گئی۔

دنیا دار الغرور کیوں ہے؟

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اس دنیا کو دار الغرور کا لقب دیا ہے کہ یہ دنیا دھوکہ کا گھر ہے، متاع الغرور ہے، دھوکہ کی پونجی ہے۔ دنیا میں اگر کسی بلڈنگ پر لکھ دیا جائے کہ دھوکہ کا گھر تو آدمی وہاں جا کر گھبرائے گا اور وہاں کی ہر چیز کو دھوکہ سمجھے گا۔ معلوم ہوا کہ جو دھوکہ کا گھر ہے تو اس گھر میں جو چیزیں ہیں فیہ ما فیہ جو کچھ بھی اس میں ہے ان سب میں دھوکہ ہوتا ہے تو اس خالق کائنات نے جب اس کائنات پر دار الغرور کا لیبل لگادیا کہ میں نے یہ کائنات پیدا کی ہے لیکن اس سے دل نہ لگانا یہ دھوکہ کا گھر ہے۔ تو جب دنیا دار الغرور ہے تو یہ بجمیع اجزاءہ و بجمیع اشیاءہ بجمیع اعضاءہ و بجمیع نعمائہ سب کا سب دھوکہ ہے مگر وہ چیز جو ہمیں اللہ سے جوڑ دے اور اللہ تک پہنچا دے وہ دنیا نہیں ہے۔ وہ روٹی دنیا نہیں ہے جس کو کھا کر ہم عبادت کریں اور روٹی سے پیدا شدہ طاقت کو اللہ پر فدا کریں، وہ گھر جس میں اللہ کا ذکر کیا جائے وہ دنیا نہیں ہے، وہ دولت جو اللہ پر فدا ہو، مسجد کی تعمیر، مدرسہ کی تعمیر، علماء کی خدمت میں صرف ہو وہ دنیا نہیں ہے۔ دنیا وہی ہے جو ہم کو اللہ سے غافل کردے۔ مولانا فرماتے ہیں ؎

چیست دنیا؟ از خدا غافل بدن

دنیا اللہ سے غافل ہوجانے کا نام ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے دنیا کو جو دار الغرور فرمایا اس کی حکمت مولانا رومی نے بیان فرمائی ہے ؎

زاں لقب شد خاک را دار الغرور
کو کشد پارا سپس یوم العبور

فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو دار الغرور کا لقب اس لئے دیا کہ جو دنیا تمہارے آگے پیچھے پھرتی ہے بیوی بچے مال و دولت دوست احباب کار اور کاروبار سب تمہارے ساتھ ہوتے ہیں لیکن جب اس دنیا سے گذرنے کا وقت آتا ہے تو یہ دنیا ساتھ چھوڑ دیتی ہے اور لات مار کر قبر میں دھکیل دیتی ہے اور مردہ بزبان حال یہ شعر پڑھتا ہے

دبا کے چل دے سب قبر میں دعا نہ سلام
ذرا سی دیر میں کیا ہوگیا زمانے کو

جو دوست ہر وقت وفا داری کا دم بھرتا ہو لیکن گاڑھے وقت میں ساتھ چھوڑ دے اور بے کسی اور کس مپرسی میں چھوڑ کر الگ جا کھڑا ہو وہ بے وفا اور دھوکہ باز کہلاتا ہے یا نہیں ؟ اسی لئے دنیا کو دار الغرور فرمایا گیا۔

سارق کے قطع ید کی عجیب و غریب حکمت

ارشاد فرمایا کہ بعض نادان کہتے ہیں کہ چوری پر ہاتھ کاٹنے کی سزا بہت بڑی ہے۔ اس کا عجیب راز اللہ تعالیٰ نے بزرگوں کی دعاؤں کے صدقہ میں میرے دل کو عطا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں یاایھا الناس انتم الفقراء الی اللہ اے سارے انسانو! تم اللہ کے فقیر ہو۔ دنیاوی فقیر تو عارضی ہوتا ہے کوئی اس کو دس کروڑ دے دے تو مالدار ہوجائے گا لیکن اللہ کا جو فقیر ہے مرتے دم تک فقیر ہے چاہے بادشاہ ہو یا غریب ہو۔ عالم ہو یا جاہل ہو کوئی

بھی ہو۔ انتم الفقراء جملہ اسمیہ ہے جو دلالت کرتا ہے دوام پر کہ تم ہمیشہ ہمارے فقیر رہو گے۔ کسی وقت تم ہماری محتاجی اور دائرۂ فقر سے نکل نہیں سکتے۔ انتم الفقراء الی اللہ تم ہمارے فقیر ہو اور فقیر کا کام مانگنا ہے لہذا ہمیشہ ہم سے مانگتے رہو اور مانگنے کے لئے پیالہ چاہیے چونکہ تم دائمی فقیر ہو اس لئے ہم تم کو دائمی پیالہ دے رہے ہیں تاکہ رات کو اٹھ کر تمہیں الماری میں پیالہ تلاش نہ کرنا پڑے۔ اگر رات کے بارہ بجے بھی تمہیں کوئی حاجت ہو تو اٹھو دونوں ہاتھوں کو ملاؤ اور پیالہ بن گیا اب ہم سے مانگو۔ یہ سرکاری پیالہ ہے میں نے تمہیں یہ سرکاری پیالہ دیا تھا تم نے اس سے چوری کیوں کی۔ مجھ سے کیوں نہیں مانگا۔ اس سرکاری پیالہ میں تم نے حرام مال کیوں رکھا، تم سرکار کی توہین کرتے ہو۔ سرکار کی عزت کے خلاف کام کرتے ہو۔ تم اس قابل نہیں ہو کہ تمہیں سرکاری پیالہ دیا جائے لہذا پیالہ واپس کرو۔ تمہاری سزا یہ ہے کہ سرکاری پیالہ اب تم سے واپس لے لیاجائے لہذا کٹوایا نہیں جاتا واپس لیا جاتا ہے۔ عنوان ہے کٹوانے کا۔ فاقطعوا کا حاصل یہ ہے کہ سرکاری پیالہ واپس کرو تم اس کے اہل نہیں ہو۔

امر کونوا مع الصادقین کا راز اور اس کی تمثیل

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ تم اولیاء اللہ بن جاؤ بلکہ یہ فرمایا کہ تم اولیاء اللہ کے ساتھ رہو۔ اس کا راز یہ ہے کہ جب تم اولیاء اللہ کے ساتھ رہو گے تو ان کے قلب میں اطمینان و سکون کی جو ٹھنڈک ہے ان کے پاس بیٹھنے سے جب تمہارا دل بھی ٹھنڈک پائے گا تو تمہارے دل میں

اولیاء اللہ کی قدر و قیمت آئے گی کہ اللہ کے اولیاء ایسے ہوتے ہیں تمہیں ولی بننے کا شوق پیدا ہوگا جیسے کسی غریب کے پاس فریج یا ڈیپ فریزر نہیں ہے تو وہ کسی امیر کے پاس جائے اور اپنی دودھ یا پانی کی گرم بوتل اس کے فریزر میں رکھ دے اور پھر ٹھنڈا ٹھنڈا پیئے تو اسے معلوم ہوگا کہ فریج یا ڈیپ فریزر لینا چاہیے۔ اسی طرح جب اولیاء اللہ کے پاس تم اپنے دل میں ٹھنڈک اور چین و سکون پاؤ گے اور تمہارا ڈی پریشن بلا آپریشن صحیح ہوجائے گا تو تمہیں شوق پیدا ہوگا کہ جب اللہ والوں کے پاس بیٹھنے سے یہ انعام ملتا ہے تو جب ہم خود اللہ والے بنیں گے تو ہمیں کیا ملے گا اور سکون و اطمینان کی کس قدر عظیم دولت عطا ہوگی۔

علم اور صحبت اہل اللہ

ارشاد فرمایا کہ دیسی آم کو لنگڑے آم کے خواص کے متعلق ایک لاکھ کتابیں پڑھا دو اور پورے وفاق میں وہ اول نمبر آجائے اور کتنا ہی بڑا عالم ہوجائے لیکن رہے گا دیسی آم ہی اور اس کی صحبت سے کوئی لنگڑا آم نہیں بن سکتا کیونکہ خود اس نے لنگڑے آم کی قلم نہیں کھائی۔ اگر یہ لنگڑے آم کی قلم کھالے تو اب یہ خود بھی لنگڑا آم بن جائے گا اور اس کی صحبت سے دوسرے دیسی آم بھی لنگڑے آم بنیں گے۔ اس مثال میں ان علماء کے لئے ہدایت ہے جو اللہ والوں سے دور دور رہتے ہیں اور اپنے کو صحبت اہل اللہ سے مستغنی سمجھتے ہیں وہ سمجھ لیں کہ ہزاروں علم و فضل کے باوجود صحبت اہل اللہ کی قلم نہ ملنے سے وہ دیسی آم ہی رہیں گے۔ ہرگز صاحب نسبت نہیں ہوسکتے اور ان

کے پاس بیٹھنے والے دیسی یعنی غفلت زدہ دل ہرگز اللہ والے دل نہیں ہوسکتے ۔ جو خود دیسی آم ہے وہ دیسی آموں کو کیسے لنگڑا آم بناسکتا ہے ۔ جب دیسی دل اللہ والوں کے دل سے قلم کھائے یعنی ان کی صحبت میں رہے تو ان شاء اللہ وہ خود بھی صاحب نسبت ہوجائے گا اور اس قابل ہوجائے گا کہ اس کی برکت سے دوسرے دیسی دل اللہ والے دل بن جائیں ۔

نفس پر غالب آنے کا طریقہ

ارشاد فرمایا کہ میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ طاقت الگ چیز ہے اور فن الگ چیز ہے ۔ ایک شخص تین من کا نہایت طاقتور ہے لیکن داؤں پیچ نہیں جانتا تو کشتی میں اس کو کم طاقت والا وہ شخص گرادے گا جو داؤں پیچ جانتا ہے ۔ چنانچہ حضرت نے فرمایا کہ میرے استاد جن سے میں نے دس سال لاٹھی چلانا سیکھی اتنے ماہر تھے کہ ان پر ایک دشمن نے تلوار سے حملہ کیا اور یہ قلم سے کچھ لکھ رہے تھے کہ انہوں نے فوراً بجلی کی طرح پینترا بدلا اور قلم اس کی گردن میں ایسا مارا کہ وہ مرگیا۔ تلوار والے کو قلم والے نے ماردیا۔ اسی کو فن کہتے ہیں اور یہ سیکھنا پڑتا ہے۔

حضرت نے فرمایا کہ اسی طرح نفس کو دبانے کا فن اللہ والوں سے سیکھا جاتا ہے ورنہ لاکھ طاقت آزمائی کروگے نفس تمہیں دبائے رہے گا ۔ اللہ والے گر سکھاتے ہیں کہ نفس دشمن کو کس طرح زیر کیا جاتا ہے ۔ اہل اللہ سے جو یہ فن نہیں سیکھتا نفس اس کو ہمیشہ پٹکتا رہتا ہے ۔ اور وہ نفس پر کبھی غالب نہیں آسکتا ۔

آیت اَشَدُّ حُبّاً لِلّٰہِ جملہ خبریہ سے نازل ہونے کا راز

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم نہیں دیا کہ ہم سے محبت کرو بلکہ جملہ خبریہ سے اطلاع دی کہ والذین اٰمنوا اشد حباً للہ جو لوگ مجھ پر ایمان لائے یعنی مجھے پہچان گئے وہ سارے عالم سے زیادہ اور عالم کی ہر چیز سے زیادہ مجھ سے محبت کرتے ہیں۔ اللہ نے یہ خبر دی لیکن حکم کیوں نہیں دیا؟ کیونکہ جو حسین اور صاحب جمال ہوتا ہے وہ حکم نہیں دیتا، وہ تو آئینہ میں دیکھ کر جانتا ہے کہ جو مجھے دیکھے گا خود ہی تڑپے گا۔ پس اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ جو مجھے پہچان لیں گے اور میری محبت و عظمت و معرفت جن کو نصیب ہوجائے گی تو وہ خود ہی سارے عالم سے زیادہ مجھے پیار کریں گے کیونکہ جب میرا کفو اور مثل اور ہمسر سارے عالم میں کہیں نہیں پائیں گے تو خود ہی مجھ سے محبت پر مجبور ہوں گے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے خبر دی حکم نہیں دیا۔

بندوں کو اللہ تعالیٰ کا پیغام دوستی

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اتقوا اللہ فرما کر بندوں کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا ہے۔ پیغام دوستی میں پہل فرمائی ہے اور فرمایا کہ ان اولیاءہ الا المتقون صرف متقی بندے میرے اولیاء ہیں لہٰذا دلالت التزامی سے اتقوا اللہ کے معنیٰ ہوئے کہ اے ایمان والو! میرے دوست بن جاؤ۔ بندوں کو یہ پیغام دوستی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے ورنہ بندے اتنے بڑے مولیٰ کو

دوست بنانے کا سوچ بھی نہیں سکتے تھے اور یہ بھی ان کی محبت و رحمت و کرم ہے کہ نطفہ ناپاک سے پیدا کر کے فرمارہے ہیں کہ یہ ہمارے دوست ہیں ورنہ

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

آیت مبارکہ میں لفظ صادقین نازل فرمانے کا راز

ارشاد فرمایا کہ اتقوااللہ کے بعد کونوا مع المتقین کیوں نازل نہیں ہے کونوا مع الصادقین کیوں نازل ہے جب کہ تمام مفسرین لکھتے ہیں کہ یہاں صادقین سے مراد متقین ہے اور دوسری آیت نے اس کی تفسیر کردی اولٓئک الذین صدقوا و اولٓئک ھم المتقون معلوم ہوا کہ صادقین اور متقین دونوں ایک ہی ہیں مگر صادقین یہاں کیوں نازل فرمایا اس کا راز اللہ تعالیٰ نے میرے دل کو عطا فرمایا کہ جس شیخ سے مرید ہونا چاہو پہلے دیکھ لو کہ وہ تقویٰ میں سچا بھی ہے یا نہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ لباس متقین میں ہو اور صادق فی التقویٰ نہ ہو اور میرے بندے کہیں جعلی اور چکر باز پیروں کے چکر میں نہ آجائیں اس لئے صادقین نازل فرمایا مگر مراد متقین ہے۔

عظیم الشان دروازۂ رحمت

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے توبہ کا دروازہ عطا فرما کر اپنے دائرۂ قرب اور دائرۂ مغفرت اور دائرۂ محبوبیت کو وسیع فرمادیا ورنہ گنہگار بندے کہاں جاتے، مایوس ہوجاتے اور ان اللہ یحب التوابین نازل فرما کر توبہ کا دائرہ بھی

وسیع فرمادیا کیونکہ یُحِبُّ مضارع ہے یعنی ہم موجودہ حالت میں بھی تمہیں معاف کردیں گے اور آئندہ اگر غلطی کرو گے تو آئندہ کے لئے بھی معافی کی امید دلاتے ہیں ۔ مضارع میں حال و استقبال دونوں زمانہ ہوتا ہے ۔ اللہ نے صیغہ ماضی نازل نہیں فرمایا مضارع نازل فرمایا جس کے معنی ہوئے کہ اللہ تعالیٰ محبوب رکھتا ہے توبہ کرنے والوں کو حالاً بھی اور استقبالاً بھی یعنی حال میں بھی معاف کرکے اپنا محبوب بنالیں گے اور اگر مستقبل میں بھی اپنی خطاؤں پر نادم ہوکر توبہ کروگے تو آئندہ بھی معاف کردیں گے اور آئندہ بھی اپنا محبوب بنالیں گے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے دائرہ قرب و مغفرت و محبوبیت کو وسیع فرمادیا۔

عبادات کے انوار قلب میں کب داخل ہوتے ہیں؟

ارشاد فرمایا کہ ذکر مثبت سے جو انوار پیدا ہوتے ہیں وہ اس دل میں نفوذ کرجاتے ہیں جو ذکر منفی اعلیٰ درجہ کا کرتا ہے ۔ذکر مثبت کیا ہے؟ ذکر اللہ، نوافل ، تلاوت وغیرہ اور ذکر منفی کیا ہے؟ گناہ سے بچنا ، تقویٰ سے رہنا ، خاص کر حسینوں سے نظر کی حفاظت کرنا ۔تقاضائے شدید کے باوجود نہ ان سے ملنا نہ ان سے باتیں کرنا نہ دل میں ان کا خیال لاکر مزہ لینا وغیرہ اور گناہ سے بچنے میں جو غم ہو اس کو برداشت کرنا ، دل کو توڑ دینا لیکن اللہ کے حکم کو نہ توڑنا۔ گناہ سے بچنے میں دل کی آرزو پوری نہ ہونے سے جب دل ٹکڑے ٹکڑے ہوجاتا ہے تو ذکر مثبت (عبادات نافلہ) کے انوار دل کے ریزہ ریزہ میں نفوذ کرجاتے ہیں جیسے کوہ طور ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا تاکہ اللہ کی تجلی جو اوپر نازل

ہوئی ہے میرے اندر بھی داخل ہوجائے ۔ مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

بر بروں کہ چو زد نور صمد
پارہ شد تا دردر ونش ہم زند

اللہ تعالیٰ نے نظر کی حفاظت اس لئے فرض فرمائی کہ حسینوں سے نظر بچاؤ اور غم اٹھاؤ ۔ اس غم سے ، اس ذکر منفی سے جب تمہارا دل ٹکڑے ٹکڑے ہوگا تو تمہاری عبادات کے انوار دل کے ذرّہ ذرّہ میں نفوذ کرجائیں گے اور تمہارا ظاہر و باطن تجلی سے بھر جائے گا ؎

مے کدہ میں نہ خانقاہ میں ہے
جو تجلی دل تباہ میں ہے

کیونکہ دل کو توڑنا معمولی عبادت نہیں ہے ۔ یہی ذکر منفی ہے ولایت خاصہ اسی سے حاصل ہوتی ہے ۔ ذکر مثبت تو آسان بلکہ لذیذ ہے عبادت میں تو لذت آتی ہے لیکن گناہ سے بچنے میں خصوصاً نظر بچانے میں دل کو غم ہوتا ہے اور نہایت شدید غم ہوتا ہے اس وقت عبادات کے انوار دل کے ذرہ ذرہ میں داخل ہوجاتے ہیں ۔

جسم کا فرسٹ فلور اور گراؤنڈ فلور

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے جسم میں دو حصے رکھے ہیں ۔ ناف کے اوپر فرسٹ فلور اور ناف کے نیچے گراؤنڈ فلور ۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے حسینوں (نامحرم عورتوں اور بے ریش لڑکوں) کے فرسٹ فلور کے دیکھنے کو منع فرمادیا تاکہ میرے بندے حسینوں کے فرسٹ فلور کی چمک دمک ، ان کی آنکھوں ،

گالوں اور بالوں کے ڈسٹمپر سے فتنہ میں مبتلا ہو کر کہیں گراؤنڈ فلور میں نہ گر پڑیں اور پیشاب پاخانہ کی نالیوں میں گھس کر میرے غلاموں کی آبرو نہ ضائع ہوجائے ۔ آہ ! کتنا کریم مالک ہے جس نے بدنظری کو حرام کر کے اپنے بندوں کی آبرو کا کتنا خیال فرمایا ۔ کوئی باپ اپنے بچوں کو کسی ایسی چیز سے منع نہیں کر سکتا جس میں بچوں کا فائدہ ہو ۔ پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت غیر محدود اپنے بندوں کو مفید چیز سے کیسے منع کر سکتی ہے ۔ بدنظری کو حرام فرمانا اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم ہے کہ بندوں کو ذلت و رسوائی سے بچالیا اور یہ دلیل ہے کہ اس میں بندوں کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ ضرر ہی ضرر ہے ورنہ اللہ تعالیٰ اس کو حرام نہ فرماتے ۔

انکشاف نور کے بعد ظلمت سے وحشت ہونے لگتی ہے

حضرت والا نے احقر راقم الحروف سے دھلی ہوئی چادر اوڑھنے کے لئے طلب فرمائی ۔ احقر نے پیش کردی اور عرض کیا کہ فرشی چادر بھی میلی ہے اگر حضرت والا فرمائیں تو اس کو بھی تبدیل کردوں ۔ فرمایا کہ نہیں ۔ احقر خانقاہ میں آگیا ۔ تھوڑی دیر بعد احقر کو دوبارہ طلب فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ میں نے فرشی چادر کو تبدیل کرنے کو منع کردیا تھا کیونکہ اس کے میلے پن کا احساس نہیں تھا لیکن جب نئی سفید چادر کو دیکھا تو میلی چادر سے دل کو ناگواری ہونے لگی کیونکہ تعرف الاشیاء باضدادھا ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے ۔ اندھیروں کا تعارف انوار سے ہوتا ہے ۔ اس پر ایک علم عظیم عطا ہوا کہ جیسے جیسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے انوار و تجلیات قلب کو عطا ہوتے جاتے ہیں

اندھیروں سے اور اندھیروں کے اعمال سے مناسبت ختم ہوتی جاتی ہے ۔ نافرمانی اور گناہوں سے قلب غیر مانوس ہوتا جاتا ہے اور گناہوں کے خیال سے بھی وحشت ہونے لگتی ہے ۔

حدیث اللّٰھم ارضنا وارض عنّا کی تشریح کی الہامی تمثیل

ارشاد فرمایا کہ حدیث پاک کی دعا ہے اللّٰھم ارضنا وارض عنا اے اللہ آپ ہم کو خوش کردیجئے اور ہم سے خوش ہوجائیے ۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دعا میں بندہ کی خوشی کو مقدم فرمایا اور اللہ کی خوشی کو موخر فرمایا ۔ وجہ یہ ہے کہ علوم نبوت قرآن پاک سے ماخوذ اور مقتبس ہوتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِرْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً اے اطمینان والی روح تو اپنے رب کی طرف چل اس طرح کہ تو اس سے خوش اور وہ تجھ سے خوش ۔ بندہ کی خوشی کو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں مقدم فرمایا اور اپنی خوشی کو موخر فرمایا ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا میں وہی ترتیب رکھی جو قرآن پاک میں نازل ہے لہذا یہ حدیث قرآن پاک کی اس آیت سے مقتبس ہے ۔

علامہ آلوسی نے اس آیت کی تفسیر میں ایک سوال قائم کیا کہ اللہ تعالیٰ کی خوشی تو اعلیٰ چیز ہے اور بندوں کی خوشی اس کے مقابلہ میں ادنیٰ چیز ہے تو پھر بندوں کی خوشی کو اللہ تعالیٰ نے کیوں مقدم کیا ؟ اس کا جواب خود علامہ آلوسی نے دیا کہ اس کا نام ہے الترقی من الادنیٰ الی الاعلیٰ کہ ترقی ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف دی جاتی ہے جیسے انٹر کے طالب علم کو بی اے میں داخلہ دیا جاتا ہے ۔

لیکن اس کی ایک مثال اللہ تعالیٰ نے میرے قلب کو عطا فرمائی کہ کبھی

ابا اپنے چھوٹے بچے کو لڈو دیتا ہے اور کہتا ہے کہ خوش ہوجا اور میں بھی تجھ سے خوش ہوں جب ہی تو یہ لڈو دیا ہے، اگر ناراض ہوتا تو کیوں دیتا۔ تو جس طرح ابا اپنی خوشی کو موخر کرتا ہے اور بچہ کی رعایت سے اس کی خوشی کو مقدم کرتا ہے تو جب ابا کی شفقت کا یہ تقاضا ہے تو ہمارے ربا نے بھی ہمارا دل خوش کرنے کے لئے ہماری خوشی کو پہلے بیان کردیا۔ وہاں شفقت پدری ہے اور یہ شفقت ربوبیت ہے اور ماں باپ کہاں سے شفقت لائیں گے یہ بھی اللہ تعالیٰ کی شفقت کا ظہور ہے۔ مولانا رومی اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرماتے ہیں کہ ؎

مادراں را مہر من آموختم

اے ماؤں کی محبت پر ناز کرنے والو! ماؤں کو محبت کرنا تو میں نے ہی سکھایا ہے میں اگر ان کے جگر میں محبت نہ ڈالتا تو یہ کہاں سے محبت لاتیں تو سوچو کہ پھر میری رحمت کا کیا عالم ہوگا۔ یہ تو ایک حصہ رحمت کا ظہور ہے جس سے سارے عالم میں مخلوق ایک دوسرے سے محبت کررہی ہے۔ ننانوے حصہ رحمت تو میرے پاس ہے جس کا ظہور قیامت کے دن ہوگا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مزاج شناس الوہیت کون ہوسکتا ہے لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے کلام کی اتباع میں اسی ترتیب سے دعا مانگی کہ اے اللہ آپ ہمیں خوش کردیجئے اور ہم سے خوش ہوجائیے۔ آہ! بچہ یہی کہتا ہے کہ ابا ہم کو خوش کردیجئے اور آپ بھی خوش ہوجائیے۔

اور ایک دعا یہ بھی کرتا ہوں اور سکھاتا بھی ہوں کہ جب اللہ تعالیٰ سے کوئی خوشی مانگو تو یوں کہو کہ اے اللہ ہم تو آپ کو خوش نہیں کرسکے بوجہ اپنی نالائقی اور ضعف بشریت کے لیکن آپ ہم کو خوش کردیجئے کہ آپ ہماری طرف سے خوشیوں سے بے نیاز ہیں لہذا اگر آپ ہمیں خوش نہیں کریں گے تو

ہم کہاں سے خوشی پائیں گے کیونکہ آپ کے سوا ہمارا کوئی دوسرا مولیٰ بھی تو نہیں۔ آپ کے سوا ہمارا ہے کون۔

الامام العادل کی عجیب الہامی شرح

(۲۶ ربیع الاول ۱۴۱۸ھ مطابق یکم اگست ۱۹۹۷ء جمعہ ساڑھے بارہ بجے دوپہر)

ارشاد فرمایا کہ حدیث پاک میں ہے سبعۃ یظلھم اللّٰہ یوم القیامۃ یوم لا ظل الا ظلہ سات قسم کے لوگ ایسے ہیں جن کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے عرش کا سایہ نصیب فرمائیں گے جس دن سوائے اس کے کوئی اور سایہ نہ ہوگا۔ ان میں پہلا شخص ہے الامام العادل۔ آپ کہیں گے کہ اس حصہ کو تو ہم حاصل نہیں کرسکتے کیونکہ امام عادل کے معنیٰ ہیں سلطان، بادشاہ اور امیرالمومنین۔ ہم لوگ کیسے بادشاہ بن سکتے ہیں لہٰذا علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ شراح حدیث نے ایک ایسا نکتہ بتایا کہ ہم سب کے سب اس صف میں شامل ہوسکتے ہیں اور گھر کا ہر بڑا شخص اپنے گھر کا امام ہے۔ واجعلنا للمتقین اماما حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہاں متقیوں کی امامت مقصود نہیں ہے بلکہ یہ کہنا ہے کہ اے اللہ ہم اپنے گھر کے امام تو ہیں ہی لیکن اگر میرے گھر والے نافرمان رہیں گے تو میں امام الفاسقین رہوں گا اور اگر آپ میرے گھر والوں کو نیک متقی اور نمازی بنادیں تو میں امام المتقین ہوں گا۔ تو ہر بڑا اپنے گھر میں عدل قائم کرے جو اپنے چھوٹوں پر، متبعین پر عدل قائم کرے

گا اس کو بھی یہ فضیلت حاصل ہوجائے گی۔

اس حدیث کی شرح میں اللہ تعالیٰ نے ایک مضمون میرے قلب کو عطا فرمایا کہ ہر انسان کے پاس دو گز کی مملکت موجود ہے جس میں دارالسلطنت بھی ہے اور صوبے بھی ہیں۔ دل دارالسلطنت ہے، آنکھوں کا صوبہ ہے، کانوں کا صوبہ ہے، زبان کا صوبہ ہے لہٰذا جو سر سے پیر تک اپنی دو گز کی مملکت پر اللہ کی مرضی کے مطابق عدل قائم کردے یہ بھی امام عادل میں داخل ہوجائے گا۔ عدل کیا چیز ہے؟ عدل کو اس کے تضاد سے سمجھئے کیونکہ الاشیاء تعرف باضدادھا ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے۔ دن کو پہچاننے کے لئے رات کی ضرورت ہے، ایمان کو پہچاننے کے لئے کفر ہے، گرمی کو پہچاننے کے لئے سردی کی ضرورت ہے، عدل کی پہچان ظلم سے ہوتی ہے۔ ہر وہ کام جو اللہ کی مرضی کے خلاف ہو ظلم ہے۔ جو اپنی نظروں کو نافرمانی سے نہیں بچاتا ہے یہ ظالم ہے عادل نہیں ہے، جو اپنے کانوں کو نافرمانی سے نہیں بچاتا یہ ظالم ہے، عادل نہیں ہے جو اپنی زبان سے نافرمانی کرتا ہے یہ ظالم ہے عادل نہیں ہے۔ لہٰذا اگر چاہتے ہو کہ امام عادل کا مقام مل جائے یعنی عرش کا سایہ تو اپنے جسم کی مملکت پر عدل قائم کردو۔ کانوں پر عدل قائم کرو یعنی کانوں پر ظلم نہ کرو، گانا نہ سنو، آنکھوں پر عدل قائم کرو یعنی نامحرموں کو، کسی کی بہو بیٹی اور لڑکوں کو نہ دیکھو، زبان پر عدل قائم کرو یعنی غیبت سے بچو، کسی کو ایذا نہ پہنچاؤ اسی طرح گالوں پر عدل قائم کرو یعنی ڈاڑھیوں کو نہ منڈاؤ اسی طرح ٹخنوں پر عدل قائم کرو یعنی پاجامہ اور لنگی ٹخنوں سے نیچے نہ لٹکاؤ۔ خواتین بھی عدل قائم کریں یعنی بغیر برقع کے گھروں سے نہ نکلیں۔

لہٰذا ہر شخص امام عادل ہوسکتا ہے۔ دو گز کی جو زمین ہمیں ملی ہے ہم اس

کے امیر، امام اور بادشاہ ہیں۔ سوال ہوگا کہ آنکھوں کے صوبہ میں بغاوت کیوں ہوئی، کیوں بدنظری کرتے تھے، کانوں کے صوبہ میں بغاوت کیوں ہوئی، گالوں کے صوبہ میں داڑھی منڈا کر کیوں تم نے بغاوت ہونے دی، تم نے اپنے قلب کے ہیڈ کوارٹر اور دارالسلطنت سے اپنی قوت ارادیہ کی فوج سے ان صوبوں پر کیوں کرفیو نہیں لگایا لہٰذا جسم کی دو گز زمین کی مملکت پر جو شخص اللہ کی نافرمانی کرتا ہے، صوبوں کی بغاوت کو کنٹرول نہیں کرتا وہ امام عادل نہیں امام ظالم ہے اور جو شخص اس مملکت کو تابع فرمان الٰہی کردیتا ہے قیامت کے دن ان شاء اللہ اس کو امام عادل کا مقام حاصل ہوگا۔

امام عادل کی جو شرح اللہ نے میرے قلب کو عطا فرمائی، حدیثوں کی ساری شرحیں پڑھ لیجئے، محدثین سے پوچھ لیجئے، پھر اختر کی بات کو غور سے سنئے تو معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اختر کی زبان سے کیا کام لے رہا ہے ولا فخر یا ربی اے اللہ کوئی فخر نہیں، آپ کی رحمت کی بھیک ہے۔ جب ہمارے طلباء یہ حدیث پڑھائیں گے اور اس تقریر کو پیش کریں گے تو ان شاء اللہ تعالیٰ علماء بھی وجد کریں گے کہ آج ہم پہلی دفعہ ایسی تقریر سن رہے ہیں۔

سکوت شیخ کے نافع ہونے کی مثال

شب ۲۸ ربیع الاول ۱۴۱۸ھ مطابق ۲ اگست ۱۹۹۷ء بعد مغرب حضرت والا نے اپنے کمرہ میں یہ ملفوظ بیان فرمایا۔

ارشاد فرمایا کہ شیخ اگر خاموش بھی ہو تو بھی اس کے پاس بیٹھے رہو، یہ نہ سمجھو کہ وقت ضائع ہورہا ہے، نفع نہیں ہورہا ہے۔ شیخ خاموش بھی ہوگا تو بھی نفع ہوگا۔ اس کی ایک مثال اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی کہ ایر کنڈیشن تقریر

نہیں کررہا ہے مگر ٹھنڈک مل رہی ہے۔ اپنے شیخ کے قلب کو ایر کنڈیشن سمجھو خاص کر وہ مشایخ جو اپنے جسم کی کار میں حواس خمسہ کی کھڑکیوں پر تقویٰ کا شیشہ بھی چڑھا کر رکھتے ہیں اور قلب میں ذکر کا ایر کنڈیشن بھی چل رہا ہے لہذا ان کے پاس بیٹھنے والوں کو کتنی ٹھنڈک، کتنا اطمینان قلب ملے گا۔ جس کار کے سب شیشے بند ہیں اس کار کے ایر کنڈیشن میں کتنی ٹھنڈک ہوگی اور جس کار کے شیشے کھلے ہوں اس کے ایر کنڈیشن میں ایسی ٹھنڈک نہیں ہوسکتی لہذا جو شخص تقویٰ سے نہ رہتا ہو، نگاہ کی حفاظت نہ کرتا ہو چاہے ذکر کرتا ہو تو اس کے پاس بیٹھنے سے ذکر کی پوری ٹھنڈک نہیں ملے گی کیونکہ ذکر سے اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے اور نافرمانی سے اللہ کا غضب نازل ہوتا ہے۔ جہاں دو متضاد صفات کا ظہور ہورہا ہے وہاں سوچ لو کہ کیا حال ہوگا، خود فیصلہ کرلو۔ نہ خود اس کے قلب کو ذکر کی پوری ٹھنڈک اور اطمینان کامل نصیب ہوگا نہ اس کے پاس بیٹھنے والوں کو نصیب ہوگا اور جو شیخ نظر کی حفاظت کرتا ہے، تقویٰ سے رہتا ہے، ہر گناہ سے بچتا ہے اس کے قلب کا ایر کنڈیشن کتنا قوی ہوگا اس کے پاس بیٹھنے سے اطمینان کامل نصیب ہوگا چاہے وہ کوئی تقریر نہ کرے جس طرح ایر کنڈیشن تقریر نہیں کرتا لیکن سب کو ٹھنڈک نصیب ہوجاتی ہے۔ لہذا شیخ کی خاموشی کو غیر مفید نہ سمجھنا چاہئے کیونکہ جب ذکر اللہ میں ٹھنڈک اور اطمینان قلب کی خاصیت ہے الا بذکر اللّٰہ تطمئن القلوب تو جو ذاکر ہے اس کے قلب میں یہ خاصیت نہ ہوگی؟ خصوصاً وہ شیخ کہ گناہ کی حرام لذتوں سے بچنے سے جس کے قلب میں صرف اللہ ہو، جس کے قلب میں صرف اللہ کے قرب کا عالم ہو اس کے قلب کے عالم کا کیا عالم ہوگا اس کو کوئی سمجھ بھی نہیں سکتا اور اس کا نفع متعدی اتنا قوی ہوگا کہ ایک عالم اس

ے سیراب ہو گا۔

گناہوں کے مانع ترقی و قرب ہونے کی مثال

ارشاد فرمایا کہ بہت سے سالکین کولہو کے بیل کی طرح ہیں ۔ کولہو کا بیل جہاں سے چلتا ہے وہیں پھر آکر رک جاتا ہے ۔ چاہے ساری عمر چلتا رہے لیکن رہے گا وہیں کا وہیں ۔ اسی طرح بعضے صوفیوں کو شیطان نے بیوقوف بنا رکھا ہے کہ اللہ اللہ بھی کرتے رہو اور گناہ بھی نہ چھوڑو ۔ ہر حسین لڑکی اور لڑکے کو دیکھتے رہو ۔ یہ ایسا سالک ہے جو چل تو رہا ہے لیکن رہے گا وہیں کا وہیں ۔ اللہ تک نہیں پہنچے گا۔ اس لئے ہمت کر کے گناہ چھوڑدو ۔ مرنے کے بعد تو گناہ چھوٹ جائیں گے ۔ کوئی مردہ بدنظری کرسکتا ہے؟ لیکن اس وقت کوئی اجر نہیں کیونکہ اب تو وہ مجبور ہے ۔ گناہ کر ہی نہیں سکتا لہذا مرنے کے بعد گناہ چھوٹنے پر کوئی ثواب نہیں ۔ جیتے جی گناہ چھوڑ دو تو اللہ کے ولی ہوجاؤ ۔ ایک آدمی مرگیا اب اس پر بمباری ہورہی ہے ۔ جسم کے پرخچے اڑگئے ۔ تو کیا اس کو شہادت ملے گی ؟ زندگی میں اگر اللہ کی راہ میں قتل ہوجاؤ اور خون بہہ جائے تب شہادت ملتی ہے ۔ مردوں کی شہادت قبول نہیں لہذا مرنے کا انتظار نہ کیجئے ۔ جیتے جی اللہ پر فدا ہوجائیے گناہوں کو چھوڑ دیجئے پھر دیکھئے کہ قلب کو اللہ کے قرب کی کیا لذت حاصل ہوتی ہے ۔ دنیا ہی میں جنت کا مزہ آنے لگے گا ۔

فصل اور فراق اشتداد محبت کا ذریعہ ہے

(۲ ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ مطابق ۶ اگست ۱۹۹۷ء)

حضرت والا کے ایک مجاز ڈیرہ غازی خان سے تشریف لائے ۔ حضرت والا نے ان کو مدینہ منورہ کی ایک خاص تصویر جو خاص کیمرہ سے کھینچی گئی ہے اور حضرت والا کے کمرہ میں دیوار پر آویزاں ہے اور بلب سے روشن ہوجاتی ہے ان کو دکھائی اور فرمایا کہ یہ آسمان اور یہ سرخیاں سب مدینہ منورہ کی ہیں پھر اپنا یہ مصرع فرمایا کہ ؂

کراچی میں ہے آسمان مدینہ

ان بزرگ نے مدینہ منورہ کی تصویر دیکھ کر رقت آمیز آواز میں نہایت درد سے خواجہ صاحب کا یہ شعر پڑھا ؂

مدینہ جاؤں پھر آؤں مدینہ پھر جاؤں
تمام عمر اسی میں تمام ہوجائے

حضرت والا نے فرمایا کہ کسی نے خواجہ صاحب سے کہا کہ جاؤں آؤں اور پھر جاؤں کے بجائے وہیں کیوں نہ رہ جاؤں ۔ فرمایا کہ نہیں جاؤں آؤں میں جو مزہ ہے وہ رہ جاؤں میں نہیں رہے گا ۔ عشق ٹھنڈا پڑجائے گا ۔ محبوب سے ہر وقت ملاقات میں عشق ٹھنڈا پڑجاتا ہے اور آنے جانے میں تڑپ باقی رہتی ہے کہ آہ وقت ختم ہونے والا ہے اور جدائی میں پھر محبوب کی ملاقات کے لئے تڑپتا ہے اسی لئے رکوع سے فوراً سجدہ کا حکم نہیں دیا بلکہ رکوع کے بعد قیام سے کچھ فصل کردیا تاکہ محبت اور تیز ہوجائے اور تڑپ کر سجدہ کرو۔ اسی طرح دونوں سجدوں کے درمیان بھی تھوڑا سا فصل کردیا ۔ وصل کی قدر فصل سے

ہوتی ہے۔ فصل اور فراق محبت کو تیز کر دیتا ہے۔ حالت قبض جو سالکین کو پیش آتی ہے کہ عبادت میں مزہ نہیں آتا دل بجھا بجھا سا رہتا ہے اللہ تعالیٰ سے دوری معلوم ہوتی ہے جس سے سالک تڑپ جاتا ہے اس کا بھی یہی راز ہے کہ اس طرح اللہ تعالیٰ اپنی محبت کو اور تیز کر دیتے ہیں۔ بزرگوں نے لکھا ہے کہ حالت قبض سے گھبرانا نہیں چاہئے اس سے بہت ترقی ہوتی ہے۔ بندہ کا عجب و کبر ٹوٹ جاتا ہے اور دل شکستہ ہوجاتا ہے کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں اور اللہ تعالیٰ کو یہی پسند ہے کہ بندہ اپنے کو کچھ نہ سمجھے۔ اس کے بعد جب دوبارہ حالت بسط عطا ہوتی ہے تو قرب و حضوری کا کچھ اور ہی لطف ملتا ہے۔ یہ فصل برائے وصل ہوتا ہے۔ معلوم ہوا کہ لذت قرب و وصل کے لئے فصل ضروری ہے۔

سلطان ادہمؒ نے آدھی رات کو سلطنت کیوں ترک کی؟

ارشاد فرمایا کہ سلطان ابراہیم ادہمؒ نے آدھی رات کو جب سلطنت بلخ چھوڑی ہے مولانا رومی نے اس کا کیا عمدہ نقشہ کھینچا ہے۔ فرماتے ہیں ؎

شاہی و شہزادگی در باختہ

از پئے تو در غریبی ساختہ

اے اللہ یہ سلطان شاہی و شہزادگی آپ کی محبت میں ہار گیا اور آپ کے لئے سلطنت کی عزت و جاہ چھوڑ کر فقیری اختیار کرلی اور فرماتے ہیں ؎

نیم شب دلقے بپوشید و برفت

از میان مملکت بگریخت تفت

آدھی رات کو شاہی لباس اتار کر گدڑی پہن لی اور اپنی مملکت سے نکل گئے اور گدڑی کیوں پہنی؟ تاکہ کوئی پہچان نہ لے اور ترک سلطنت میں دشواری نہ ہو۔

اور آدھی رات کو سلطنت کا سودا کیوں کیا؟ کیونکہ وہ قبولیت کا وقت ہے تاکہ سلطنت بلخ فدا کرنے کا میرا یہ سودا قبول ہوجائے ورنہ اگر قبول نہیں تو سلطنت بھی گئی اور اللہ بھی نہ ملا۔

پس جو لوگ دین کے کام میں لگے ہوئے ہیں اور دنیا کو ترک کر کے خانقاہوں میں آپڑے ہیں ان کو بھی ہر وقت یہ فکر رہے کہ ہمارا خانقاہ میں رہنا قبول بھی ہے یا نہیں۔ قبولیت کی امید بھی رکھیں اور ڈرتے بھی رہیں اور دعا بھی کریں کہ اے اللہ آپ قبول فرمالیجئے اور جو اعمال اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے ہیں ہر وقت ان سے بچنے کی فکر کریں۔ گناہوں سے بچنے کی اگر توفیق حاصل ہے تو یہ علامت قبولیت کی ہے۔

تقویٰ محافظ نور سنت ہے

ارشاد فرمایا کہ سنت کے اتباع سے نور پیدا ہوتا ہے اور تقویٰ اس نور کا محافظ ہے لہذا جو تقویٰ کا اہتمام نہیں کرتا انوار سنت کو ضائع کرتا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ جیسے ٹنکی پانی سے بھر لی لیکن ٹونٹیاں کھلی چھوڑ دیں تو سب پانی ضائع ہوجائے گا اسی طرح سنت کے اتباع سے قلب انوار سے بھر گیا لیکن اگر آنکھوں کی ٹونٹی کھلی چھوڑدی، بدنظری کرلی، زبان کی ٹونٹی کھلی چھوڑدی یعنی غیبت کرلی، جھوٹ بول دیا وغیرہ، کانوں کی ٹونٹی کھلی چھوڑدی یعنی گانا سن لیا

وغیرہ اس نے اتباعِ سنت کے انوار کو ضائع کردیا۔ اس لئے انوارِ سنت کی حفاظت کے لئے گناہوں سے بچنا ضروری ہے۔

اللہ کی محبت کا رس

ارشاد فرمایا کہ اللہ کی محبت کا رس تقویٰ ہے۔ اگر تقویٰ حاصل نہیں تو اس نے اللہ کی محبت کا مزہ نہیں پایا۔ اگر اللہ کی محبت کا کامل مزہ لینا ہے تو گناہ سے بچو اور گناہ سے بچنے کا غم اٹھاؤ۔ اس غم کے صدقہ میں اللہ اپنی محبت کا رس، اپنا دردِ محبت دیتا ہے اور زندگی کا مزہ آجاتا ہے۔ افسوس کہ بعض احباب کو ایک زمانہ گذر گیا ہے لیکن گناہ نہ چھوڑنے کی وجہ سے اللہ کی محبت کا وہ درد جو اولیاء اللہ کے سینوں میں ہوتا ہے وہ نہیں پاسکے۔ اگر انہوں نے ہمت سے کام نہیں لیا اور رو رو کر اللہ سے توفیق کی بھیک نہ مانگی تو خوف ہے کہ ایسے ہی دفن نہ ہوجائیں۔ جن صوفیا اور سالکین نے سو فیصد تقویٰ اختیار نہیں کیا، ننانوے گناہ چھوڑدے لیکن ایک گناہ میں مبتلا رہے وہ اللہ کی محبت کے دردِ کامل کو نہ پاسکے۔ لہذا جو اللہ کی محبت کا پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہے تو اللہ کی نافرمانی سے پوری پوری احتیاط کرے۔ دیکھئے دنیا میں اگر آپ چاہتے ہیں کہ کسی شخص کی پوری پوری مہربانی و شفقت حاصل کرلیں تو اس کو پورا پورا راضی کرنا ضروری ہوگا یا نہیں؟ تو جو لوگ اللہ کا پورا پورا پیار اور رحمت چاہتے ہیں وہ اللہ کے غضب کے اعمال سے بالکلیہ دست بردار ہوجائیں اور ٹھان لیں کہ جان دے دیں گے لیکن اللہ کو ناراض نہیں کریں گے۔ اس ایمان پر اللہ کا فضل نہ ہوگا؟ اللہ دیکھتا ہے کہ میرے بندے نے

جان کی بازی لگادی تو اس کی جان میں کروڑوں جان عطا فرمادیتے ہیں اور وہ بندہ لطف حیات پاجاتا ہے۔ جس نے اپنی حیات کو خالق حیات پر فدا کیا وہ لطف حیات سے آشنا ہوا۔ دنیا ہی سے اس کی جنت شروع ہوجاتی ہے۔

اللہ کے نام کی کشش

ارشاد فرمایا کہ اللہ کا نام ایسا پیارا ہے کہ سارے عالم کو جوڑ دیتا ہے۔ اللہ ہی کے نام سے سارا عالم قائم ہے اور قیامت نہیں آرہی ہے۔ جب کوئی اللہ کا نام لینے والا نہ رہے گا تو قیامت آجائے گی۔ معلوم ہوا کہ اللہ کے نام میں وہ کشش وہ جذب وہ گوند ہے جو سارے عالم کو قائم رکھے ہوئے ہے، زمین و آسمان کو قائم رکھے ہوئے ہے۔ یہی وجہ ہے مختلف قومیں، مختلف زبانیں، مختلف خاندان اور قبائل مختلف ملک اور مختلف صوبے اللہ کے نام پر جمع ہوجاتے ہیں، شیر و شکر ہوجاتے ہیں، رنگ و نسل، قوم و وطن کی تفریق سے بالاتر ہوکر مثل یک جان دو قالب ہوجاتے ہیں۔ دنیا میں اللہ کے نام کے علاوہ کوئی قوت ایسی نہیں ہے جو انسانوں کو ایک جگہ جمع کردے اور وہ ایک دوسرے پر فدا ہونے لگیں۔ صرف اللہ کا نام ایسا پیارا ہے جو دلوں کو آپس میں جوڑ دیتا ہے۔

اللہ والوں کی صحبت کی اہمیت

ارشاد فرمایا کہ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صحبت اہل اللہ میں اللہ نے مردودیت اور سوء خاتمہ سے حفاظت کا اثر رکھا ہے، جو ان

سے محبت کرتا ہے محروم نہیں رہتا۔ اور اس کی دلیل جو اللہ نے میرے دل کو عطا فرمائی بخاری شریف کی یہ حدیث ہے کہ تین خصلتیں جس میں ہوں گی وہ حلاوت ایمان کو اپنے قلب میں پالے گا۔ ان میں سے ایک ہے من احب عبدًا لا یحبہ الا للہ جو شخص کسی بندے سے صرف اللہ کے لئے محبت کرے اور ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں و قد ورد ان حلاوۃ الایمان اذا دخلت قلباً لا تخرج منہ ابداً و فیہ اشارۃ الیٰ بشارۃ حسن الخاتمۃ حلاوت ایمان جس قلب کو عطا ہوتی ہے پھر کبھی نہیں نکلتی اور اس میں حسن خاتمہ کی بشارت ہے۔ اور بخاری شریف کی ایک اور حدیث حضرت حکیم الامت کے اس قول کی دلیل ہے ھم الجلساء لا یشقیٰ جلیسھم یہ اللہ والے ایسے جلیس ہیں کہ ان کا ہمنشین شقی نہیں رہ سکتا۔ پس اہل اللہ کی صحبت بہت بڑی نعمت ہے۔ اگر ایمان کی سلامتی چاہتے ہو تو اللہ والوں سے دور مت رہو۔ حکیم الامت نے فرمایا کہ شیخ کی صحبت میں بیٹھنے کو اپنی تمام نفلی عبادات سے بہتر سمجھو کیونکہ اس کی صحبت میں نفس کی اصلاح ہوتی ہے اور تقویٰ حاصل ہوتا ہے جس پر ولایت خاصہ موقوف ہے۔ اور اللہ والوں کو تو دیکھنے ہی سے اللہ یاد آجاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا رُءُو ذکر اللّٰہ اللہ والا ہو ہے جس کو دیکھنے سے اللہ یاد آجائے۔ مولانا رومی کی قبر کو اللہ نور سے بھردے کیا عمدہ بات فرمائی اور میں بچپن سے اسی لئے ان پر عاشق ہوں۔ فرماتے ہیں ؎

دیدن او دیدن خالق شد است

اللہ والوں کو دیکھنا اللہ کو دیکھنا ہے۔ جس شیشی میں دس ہزار روپے تولہ کا عطر ہے اس عطر کی شیشی کو دیکھنا کیا عطر کو دیکھنا نہیں ہے؟ پس جن کے قلب میں اللہ تعالیٰ کی تجلیات ہیں ان کو دیکھنا گویا اللہ تعالیٰ کو دیکھنا ہے۔ ان کے

پاس بیٹھنا گویا اللہ تعالیٰ کے پاس بیٹھنا ہے ۔ حدیث قدسی میں ارشاد ہے ما وسعنی ارضی ولا سمائی و وسعنی قلب عبدی میں زمین و آسمان میں نہیں سمایا لیکن اپنے بندۂ خاص کے دل میں سماجاتا ہوں ۔ اسی کو مولانا رومی حکایۃً عن الحق فرماتے ہیں ؎

در دل مومن بگنجیدم چو ضیف

میں مومن کے دل میں مثل مہمان کے آجاتا ہوں (باعتبار تجلیات خاصہ) لہٰذا اہل اللہ سے ملاقات معیت حق ہے جیسا کہ دوسری حدیث قدسی میں بھی ارشاد ہے کہ انا جلیس من ذکرنی جو مجھے یاد کرتے ہیں میں ان کا ہم نشین ہوتا ہوں لہٰذا اہل اللہ کی ہم نشینی اللہ کی ہم نشینی ہے ۔ اسی کو مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

ہر کہ خواہد ہمنشینی باخدا
گو نشیند باحضور اولیاء

جو شخص چاہے کہ وہ اللہ کے پاس بیٹھے اس سے کہہ دو کہ وہ اللہ کے اولیاء کے پاس بیٹھا کرے ۔

دیدن او دیدن خالق شد است
خدمت او خدمت حق کردن است

اللہ والوں کو دیکھنا گویا اللہ کو دیکھنا ہے اور اللہ والوں کی خدمت کرنا گویا اللہ کی خدمت کرنا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وہ چرواہا جو کہہ رہا تھا کہ اے اللہ اگر آپ مجھے مل جاتے تو میں آپ کے پاؤں دباتا، آپ کو روغنی روٹی کھلاتا اور بکریوں کا دودھ پلاتا اگر اختر اس زمانہ میں ہوتا تو اللہ کی رحمت اور توفیق سے میں اس

چرواہے سے کہتا کہ اے ظالم اللہ تو جسم سے پاک ہے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پاؤں دبالے۔ ان کو بکریوں کا دودھ پلادے۔ ان کو روغنی روٹی کھلادے۔ ان کی خدمت کرلے تو گویا تو نے اللہ کی خدمت کرلی۔ اللہ تو جسم سے پاک ہے لہذا اللہ نے اپنے عاشقوں کو جسم دے کر پیدا کیا تاکہ میرے بندے جب میری یاد میں تڑپ جائیں تو میرے عاشقوں کو دیکھ کر ان کو تسلی ہو اور میرے عاشقوں کی خدمت کرکے ان کو محسوس ہو کہ گویا ہم نے اللہ تعالیٰ کی خدمت کرلی۔

اللہ کے نام پر مرنے جینے کا مزہ

(۳ ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ مطابق ۸ اگست ۱۹۹۷ء بروز جمعہ بعد عصر)

ارشاد فرمایا کہ اللہ کے نام پر جینے میں جو مزہ آتا ہے اور اللہ کے نام پر مرنے میں جو مزہ آتا ہے پوری کائنات میں ایسا مزہ کہیں نہیں ہے۔ نہ بادشاہوں کو نصیب۔ نہ مالداروں کو نصیب۔ نہ دنیائے رومانٹک کے لیلیٰ مجنوں کو نصیب نہ بریانی پلاؤ والوں کو نصیب۔ دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں و لم یکن لہ کفوا احد اللہ کی برابری اور ہمسری کرنے والا کوئی نہیں ہے لہذا اللہ کے نام کی برابری کرنے والا بھی کوئی نہیں ہوسکتا۔

اور جینے اور مرنے کی تفصیل کیا ہے؟ اللہ کے نام پر جینے کا مطلب ہے کہ جس بات سے اللہ خوش ہو، جو ان کا حکم ہو اس کو اللہ کے لئے بجا لاؤ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ جس وقت جو حکم ہو اس کی تعمیل کرو۔ جہاد کا حکم ہو جہاد کرو۔ یہ اللہ کے نام پر جینا ہوگیا اور اللہ کے نام پر مرنا کیا ہے؟ جس بات سے اللہ

ناراض ہو۔ جس چیز کو اللہ نے منع کر دیا۔ اس میں چاہے کتنا ہی مزہ شیطان دکھائے اور ساری دنیا اخبارات، ریڈیو اور ٹیلی ویژن سے اعلان کرے کہ اس ناچ گانے میں اور لڑکیوں اور ٹیڈیوں کے چکر میں بہت مزہ آرہا ہے تو اللہ کے نام پر مرنے کے یہ معنی ہیں کہ چاہے کتنا ہی دل چاہے اللہ کا حکم سمجھ کر وہ حرام مزہ نہ لو اور دل کا خون کرلو۔ نظر بچاؤ، دل بچاؤ، جسم بچاؤ تو سمجھ لو کہ اللہ کے نام پر مرگئے۔ نظر سے حسینوں کو نہ دیکھو، دل میں ان کا خیال نہ لاؤ اور جسم سے حسینوں کے قریب نہ رہو۔ اگر آفس میں کسی لڑکی کو پی اے رکھ لیا اب لاکھ نظر نیچی کئے رہو شیطان گرمی پہنچادے گا۔ آپ بتائیے کہ اگر کہیں آگ جل رہی ہے اور ایک آدمی آنکھ بند کئے ہوئے آگ کو دیکھ نہیں رہا ہے تو آگ کی گرمی آئے گی یا نہیں؟ بس یہ حسین بھی آگ سے کم نہیں ہیں۔

تو اللہ کے نام پر جینے کا مزہ اور اللہ کے نام پر مرنے کا جو مزہ ہے پوری کائنات میں کہیں نہیں ہے دوستو! لیکن افسوس کہ دنیا تو امپورٹ ایکسپورٹ آفس بنی ہوئی ہے۔ رات کو منہ سے کھایا اور صبح کو لیٹرین میں نکال دیا۔ اللہ اس لئے نہیں کھلاتا کہ کھاتے رہو اور لیٹرین میں جمع کرتے رہو۔ اللہ نے روٹی اس لئے دی ہے کہ اس روٹی سے جو خون بنے اور اس خون سے آنکھوں میں قوت دیدنی، کانوں میں قوت شنیدنی، زبان میں قوت گفتنی، ہاتھوں میں قوت گرفتنی، پاؤں میں قوت رفتنی آئے ان ساری قوتوں کو اللہ پر فدا کردو۔ کان سے وہی سنو جس سے مالک خوش ہو، آنکھوں سے وہی دیکھو جس سے مالک ناراض نہ ہو، دل میں گناہوں کا خیالی پلاؤ بھی نہ پکاؤ پھر دیکھو کہ اللہ کیا مزہ دے گا۔

میں بحیثیت مسلمان ایک کروڑ قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں آپ کو ایک

بہت بڑی دعوت اور انتہائی لذت اور انتہائی مزہ کی طرف بلا رہا ہوں یہاں تک کہ جو مزہ پیش کررہا ہوں یہ خاص مزہ جنت میں بھی نہیں پاؤ گے یعنی اللہ کی نافرمانی سے بچنے کا غم اٹھانے کا مزہ جنت میں نہیں ہوگا کیونکہ وہاں نافرمانی کے اسباب نہیں ہیں اور وہاں نفس نہیں رہے گا، وہاں کسی کو گناہ کا خیال بھی نہیں آئے گا لہذا اللہ کی نافرمانی سے بچنے کا مزہ، غم تقویٰ یعنی گناہ سے بچنے کا غم اٹھانے کا مزہ، نظر بچا کر دل میں حلاوت ایمانی پانے کا مزہ، کافروں کے ہاتھ سے ظاہری شہادت کا مزہ اور اللہ کے حکم کی تلوار سے اپنی بری خواہشات کی گردن کاٹنے کی باطنی شہادت کا مزہ یہ دنیا ہی میں ہے جنت میں نہیں ہے۔ آج حسینوں سے نظر بچا کر جو لوگ غم اٹھا رہے ہیں، زخم حسرت کھا رہے ہیں تمناؤں کا خون بہا رہے ہیں یہ لوگ قیامت کے دن شہیدوں کے ساتھ کھڑے ہوں گے۔ دیکھ لیجئے بیان القرآن میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے ۔ ان کی شہادت کا نام شہادت معنویہ باطنیہ ہے یعنی اندر اندر ان کا خون ہوا ہے، دنیا نے ان کا خون نہیں دیکھا۔ کافر کی تلوار سے شہید ہونے والوں کا خون تو سب دیکھتے ہیں لیکن ان کے اندر کا خون صرف اللہ ہی دیکھتا ہے کہ میرا بندہ مجھ کو خوش کرنے کے لئے کس قدر غم اٹھا رہا ہے، اپنی آرزوؤں کا خون کرکے مجھ پر فدا ہو رہا ہے لہذا یہ بھی شہید ہے ۔

کسی کے زندہ شہید ہیں ہم نہیں یہ حسرت کہ سر نہیں ہے

جنت کے مزے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھے، نہ کسی کان نے سنے نہ کسی قلب پر اس کا گمان گذرا ہم ان کے بھکاری اور فقیر ہیں اور اللہ سے جنت کا سوال کرتے ہیں لیکن اللہ کے نام پر مرنے کا، خون آرزو اور حلاوت ایمانی کا یہ خاص مزہ دونوں جہان سے زیادہ دنیا ہی میں لوٹ لو لیکن جنت میں ایک نعمت

مستزاد ہے جس کی برابری نہ دنیا کا کوئی مزہ کرسکتا ہے نہ جنت کا اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کا دیدار ۔ جس وقت جنت میں اللہ تعالیٰ اپنا دیدار کرائیں گے جنتیوں کو اتنا مزہ آئے گا کہ جنت کی کوئی نعمت اس وقت یاد بھی نہیں آئے گی ۔

صحن چمن کو اپنی بہاروں پہ ناز تھا
وہ آگئے تو ساری بہاروں پہ چھاگئے

اللہ اللہ ہے ۔ کوئی اس کا ہمسر نہیں ۔

استقامت علی الدین اور حسن خاتمہ کی دعا کے عجیب تفسیری لطائف

۱۸ ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ مطابق ۲۲ اگست ۱۹۹۷ء بروز ہفتہ مسجد اشرف
سندھ بلوچ سوسائٹی گلستان جوہر بوقت ساڑھے سات بجے صبح ۔

ارشاد فرمایا کہ ہر نہی اپنے منہی عنہ کے وجود پر دلالت کرتی ہے ۔ ربنا لا تزغ قلوبنا بتارہا ہے کہ قلب میں ازاغت و کجی کی استعداد موجود ہے اور استعداد بھی ایسی کہ ازاغت صرف گناہ زنا اور شراب تک محدود نہیں رہتی بلکہ عقیدہ تک خراب ہوجاتا ہے یہاں تک کہ نعوذ باللہ نبوت اور مہدویت تک کا دعویٰ کرنے لگتا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ یہ دعا سکھارہے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ ہونے دیجئے بعد اذ ھدیتنا آپ کے جس کرم نے ہمیں ہدایت بخشی ہے اسی کرم سے آپ ہم کو عدم ازاغت بھی بخش دیجئے ۔ عدم ازاغت کی درخواست میں طلب ہدایت کی درخواست موجود ہے اور عطائے ہدایت اور بقائے ہدایت اور ارتقائے ہدایت کی بھی درخواست ہے تاکہ ہمارا قلب ٹیڑھا نہ ہونے پائے اور دل میں کجی گناہوں سے

آتی ہے خصوصاً اس زمانہ میں بدنظری کے گناہ سے دل بالکل تباہ ہوجاتا ہے کیونکہ بدنظری پر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا ہے کہ لعن اللہ الناظر والمنظور الیہ تو نگاہ کی حفاظت نہ کرنے سے یہ شخص لعنت میں آگیا اور لعنت کے معنی ہیں البعد عن الرحمۃ جب رحمت سے دوری ہوئی تو اللہ تعالیٰ کی حفاظت ہٹ گئی الا ما رحم ربی کا سایہ اس سے ہٹ گیا اور نفس امارہ کے شر سے بچنے کے لئے سوائے سایۂ رحمت حق کے اور کوئی راستہ نہیں۔ لہذا سایۂ رحمت ہٹنے سے یہ شخص نفس امارہ بالسوء کے بالکل حوالے ہوگیا۔ اب نفس اس سے جو گناہ کرادے وہ کم ہے کیونکہ السوء میں لام استغراق کا ہے۔ ابتداء عالم سے قیامت تک گناہ کے جو اقسام و انواع ایجاد ہوں گے سب اس لام میں شامل ہیں۔ پس اس کے گناہوں کی تاریخ ایسی بھیانک ہوجائے گی جس کا وہ خود تصور نہیں کرسکتا تھا۔ لہذا اے اللہ آپ کے جس کرم نے ہمیں ہدایت بخشی ہے اپنے کرم سے اس ہدایت کو باقی بھی رکھئے اور اس میں ترقی بھی عطا فرمائیے۔ عطاء کرم بھی فرمائیے بقاء کرم بھی فرمائیے اور ارتقاء کرم بھی فرمائیے۔

وھب لنا اور ہمیں ھبہ کردیجئے۔ کون سا ھبہ؟ جس میں ہمارا نفع ہو۔ لنا میں لام نفع کا ہے من لدنک رحمۃ اپنے پاس والی رحمت، اپنی خاص رحمت ہم کو ھبہ کردیجئے۔ یہاں عام رحمت کا سوال نہیں کیا جارہا ہے کیونکہ شروع میں عدم ازاغت کا سوال کیا گیا اس لئے یہاں وہ خاص رحمت مانگی جارہی ہے جو ازاغت اور کجی سے قلب کو محفوظ فرمادے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں المراد بھذہ الرحمۃ الاستقامۃ علی الدین و حسن الخاتمۃ۔

اور لفظ ھبہ سے کیوں مانگنا سکھایا گیا؟ کیونکہ استقامت علی الدین اور

حسن خاتمہ وہ عظیم الشان نعمت ہے جس کی برکت سے جہنم سے نجات اور دائمی جنت نصیب ہوگی۔ یہ ہماری محدود زندگی کے محدود اور ناقص مجاہدات و ریاضات کا صلہ ہرگز نہیں ہوسکتی تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو متنبہ فرمادیا کہ خبردار! میری اس رحمت خاصہ کو اپنے کسی عمل اور کسی مجاہدہ اور کسی ریاضت کا بدلہ نہ سمجھنا کیونکہ حسن خاتمہ میرا وہ عظیم الشان انعام اور وہ غیر محدود رحمت ہے جو دائماً دخول جنت کا سبب ہے جس کا تم کوئی معاوضہ ادا نہیں کرسکتے کیونکہ مثلاً اگر تم نے سو سال عبادت کی تو قانون اور ضابطہ سے سو سال تک تمہیں جنت میں رہنے کا جواز ہوسکتا تھا لیکن محدود عمل پر یہ غیر محدود انعام اور غیر فانی حیات کے ساتھ غیر فانی جنت عطا ہونا یہ صرف میری عطا اور میرا کرم ہے اور اس کرم کا سبب محض کرم ہے لہذا میری یہ رحمت خاصہ اور انعام عظیم لینے کے لئے لفظ ھب سے درخواست کرو کیونکہ ھبہ بدون معاوضہ ہوتا ہے اور ھبہ میں واھب اپنے غیر متناہی کرم سے جو چاہے عطا فرمادے۔ علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں و فی اختیار صیغۃ الھبۃ ایماء ان ھذہ الرحمۃ ای ذٰلک التوفیق للاستقامۃ علی الحق تفضل محض بدون شائبۃ وجوب علیہ تعالیٰ شانہ اور صیغہ ھب اختیار فرماکر حق تعالیٰ نے یہ اشارہ فرمادیا کہ یہ رحمت جس سے مراد وہ توفیقِ خاص ہے جس سے بندوں کو دین پر استقامت نصیب ہوتی ہے اور جو سبب ہے حسن خاتمہ کا یہ محض حق تعالیٰ کا فضل عظیم ہے جس کو چاہتے ہیں عطا فرماتے ہیں اور آگے انک انت الوھاب معرض تعلیل میں ہے کہ تم کو ہم سے اس نعمت عظمیٰ کو ھب سے مانگنے کا کیا حق ہے انک انت الوھاب معنیٰ میں لانک انت الوھاب کے ہے۔ ہم آپ سے اس لئے مانگ رہے ہیں کیونکہ آپ بہت بڑے داتا اور بہت بڑے

بخشش کرنے والے ہیں۔

غم کا عقلی و طبعی علاج

۶ شعبان المعظم ۱۴۱۸ھ مطابق ۶ دسمبر ۱۹۹۷ء بعد فجر ہفتہ مسجد اشرف، گلشن اقبال کراچی

ایک صاحب کے والد کے انتقال پر تعزیت کے دوران ارشاد فرمایا کہ انا للہ غم کا عقلی علاج ہے کہ جو چیزیں ہمیں دی گئی ہیں ان کے ہم مالک نہیں ہیں، امین ہیں۔ بطور امانت کے وہ چیزیں ہمیں دی گئی ہیں لہذا مالک اگر اپنی چیز واپس لے لے تو اس کا حق ہے۔ امین کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اعتراض کرے کہ یہ چیز کیوں مجھ سے واپس لی جارہی ہے۔ پس انا للہ ہمارے غم کا عقلی علاج ہے اور و انا الیہ راجعون طبعی غم کا علاج ہے کہ آج جو ہم سے جدا ہوئے ہیں ہمیشہ کے لئے جدا نہیں ہوئے، عارضی جدائی ہے۔ ایک دن ہمیں بھی اللہ ہی کے پاس جانا ہے۔ وہاں ملاقات ہوگی اور پھر کبھی جدائی نہ ہوگی۔

تقویٰ کی تمرین

ارشاد فرمایا کہ روزہ کا مقصد اللہ تعالیٰ نے لعلکم تتقون فرمایا ہے لہذا ماہ رمضان تقویٰ کی تمرین اور مشق ہے کہ جس طرح تم نے رمضان میں ہماری محبت میں ترک حلال کا مظاہرہ کیا ہے، جو چیزیں حلال تھیں تم نے ایک مہینہ ان کو ترک کردیا لہذا رمضان کے بعد اسی طرح حرام سے بچنے کا مظاہرہ کرنا۔ میری محبت میں جب حلال چھوڑنے کی تم کو مشق ہوگئی، تو اب حرام چھوڑنا کیا مشکل ہے

قلب پر نزول تجلیات

۹ رمضان المبارک ۱۴۱۸ھ مطابق ۵ جنوری ۱۹۹۸ء بروز دوشنبہ

ارشاد فرمایا کہ حواس خمسہ (قوت باصرہ، قوت شامہ، قوت ذائقہ، قوت سامعہ، قوت لامسہ) کی راہوں سے جو لذات مستورَدات (درآمدات) ہوتی ہیں ان کا مخزن (اسٹاک ہاؤس، اسٹور روم اور گودام) قلب ہے۔ جو لوگ حرام لذتوں سے اپنے کو خوف خدا سے محفوظ رکھتے ہیں اور پانچوں راستوں پر تقویٰ کی پاسبانی رکھتے ہیں تاکہ قلب میں ایک اعشاریہ حرام لذت نہ آنے پائے ان کے قلوب پر تجلیات الٰہیہ وافرہ متواترہ بازغہ نازل ہوتی ہیں۔ وافرہ میں کمیت کا بیان ہے، متواترہ میں صفت زمانیہ کا بیان ہے بازغہ میں کیفیت بیان ہوئی ہے۔ جب اہتمام تقویٰ کا مجاہدہ مسلسل ہے تو ان کو نزول تجلیات کا تسلسل بھی نصیب ہوتا ہے ۔

ان کے جلووں میں تسلسل کا سماں ہوتا ہے
خون ارماں سے جہاں آہ و فغاں ہوتا ہے

دل و نظر کی جسے آہ پاسبانی ہے
اسی کے قلب میں جلووں کی فراوانی ہے
ضرور اشک رواں میں کوئی کہانی ہے
بیان خون تمنا کی بے زبانی ہے

برعکس جو لوگ عبادت تو بہت کرتے ہیں لیکن عیناً قلباً وقالباً گناہوں سے نہیں بچتے ان کے قلوب تجلیات خاصہ سے محروم رہتے ہیں بوجہ نحوست معاصی کے۔